رجسٹرڈ نمبر اے ۱۷

مَعَارِف

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت: پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

باہتمام مسعود علی، ندوی

مطبع معارف میں چھپکر

دفتر دار المصنفین اعظم گڈھ سے شائع ہوا،

نمبر شمار	اسماگرامی	صفحہ	نمبر شمار	اسماگرامی	صفحہ
۲۱	نذر سلیمان	۷۳	۲	اشرف مازندرانی	۳۵۷
	اوراق پارینہ		۳	جدید دنیاے اسلام	۲۴۶
	صمدنیات	۱۴۷	۴	ینابیع المسیحۃ	۳۹۱
	التقریظ والانتقاد			**مطبوعات جدیدہ**	
۱	اخبار الاندلس حصہ دوم			۷۸، ۸۰، ۱۵۸، ۱۶۰، ۲۳۹، ۲۴۰، ۳۱۸، ۳۲۰، ۳۹۸، ۴۰۰، ۴۷۹، ۴۸۰،	

مجلد ہفدہم | ماہ جمادی الثانی سنہ ۱۳۴۴ھ مطابق ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۶ء | عدد اول

مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

سنہ ۱۹۲۳ء سے **معارف** کی زندگی کا نوان سال شروع ہوا، نو سال کی زندگی موافق آب و ہوا کے سایہ مین کچھ تعجب انگیز نہین، مگر اردو کے شہرستان کی جو آب و ہوا ہے اوس مین نو برس کی یکسان زندگی بھی کچھ کم حیرت زا نہین، **تہذیب الاخلاق** مرحوم نے کل ملا کر سات برس سے بھی کم زندگی پائی، **الندوہ** جون تون آٹھ برس چلا، اور **حسن** وغیرہ تو چند برسونکی بھی عمر نہ پا سکے، دعا کیجئے کہ علم و فن کا یہ "بے عمل واعظ" کچھ دن اور جیتا رہے،

سنہ ۱۹۲۳ء مین **دار المصنفین** کی طرف سے ایک دو سے زیادہ نئی کتابین نہین نکلین اس کی وجہ نئی تصنیفات کی عدم تیاری نہین، بلکہ یہ ہے کہ ہمارا مطبع گذشتہ سال زیادہ تر ختم شدہ کتابون کے نئے طبعات (اڈیشنز) کے اعادہ مین مصروف رہا، علم الکلام، الکلام، ارض القرآن، سیرۃ عمر بن عبد العزیز وغیرہ جن کے نسخے بالکل مفقود تھے اور ملک مین اون کی پیہم طلب جاری تھی، الحمد للہ کہ وہ دوبارہ چھپ گئین اور اب مطبع پوری تیزی سے بعض نئی کتابون کی تیاری مین مصروف ہے،

زیر طبع کتابون مین **سیرۃ نبوی** کی تیسری جلد ہے جس کے ڈھائی سو صفحے چھپ چکے ہین، اور اسی قدر ابھی اور باقی ہین، **ابن رشد** اور اوس کے فلسفہ پر ایک نہایت محققانہ اور مبسوط تصنیف بھی زیر طبع ہے، انقلاب فرانس کے قلمی ہیرو روسو کا ایک رسالہ بھی چھپ رہا ہے، مولانا سید عبد الحی

مرحوم کی عربی تاریخ ہند ٹائپ مین جامعہ ملیہ کے مطبع مین چھپ رہی ہے، مولانا مرحوم کی دوسری تصنیف **گل رعنا** (تذکرۂ شعرائے اردو) کی کتابت شروع ہو گئی ہے،

علی گڈھ اسلامی تعلیمی کانفرنس کا خطبۂ صدارت نہایت جامع تھا، لیکن مانع نہ تھا، اوس کی خاص خوبی یہ تھی کہ وہ علمی، تعلیمی، سیاسی، مذہبی غرض جس اسٹیج سے بھی اوس کو پڑھا جاتا وہ اوس کے لیے موزون ہو سکتا تھا، حتی کہ اگر **سرسید** مرحوم کی برسی کے دن بھی اوس کو پڑھا جاتا تو اوس کی موزونی مین فرق نہ آتا، **عبدیت و نیابت الٰہی** کا فلسفہ جو صاحبزادہ صاحب کا خاص موضوع سخن ہے وہ بھی اس خطبہ مین پوری طرح موجود تھا،

خطبہ مین بہت سی باتین عمیق فکر و کاوش کا نتیجہ تھین، اور اوس کے بہت سے مشورون سے ہم کو کامل اتفاق ہے، تاہم ہم یہ یقین نہین کر سکتے کہ جدید تعلیم ہی ہمارے تمام امراض کا واحد علاج ہے، اور تمام قوم اور تمام قومی کام کرنے والون مین جو کچھ ذہنی، دماغی، جسمانی، مالی قوت و استطاعت ہے وہ تعلیم اور صرف تعلیم کی راہ مین صرف کرنا چاہیے، صاحبزادہ صاحب کا یہ مشورہ ہے کہ قوم کا ہر فرد سب کچھ چھوڑ حافظ کے مشورہ کے مطابق یہ کہتا ہوا صرف جدید تعلیم کی اشاعت مین لگ جائے،

مصلحت دید من آن است کہ یاران ہمہ کار   بگذارند و خم طرۂ یارے گیرند

لیکن مشکل یہ ہے کہ تعلیم جدید کے اب ایسے باوفا عشاق سے ہندوستان کی دنیا خالی ہو گئی،

صاحبزادہ صاحب نے اس امر پر اپنی پوری کوشش صرف کر دی ہے، کہ سرسید کے علمی، تعلیمی، سیاسی مذہبی اور روحانی عقائد کو اس خطبہ مین پوری تفصیل و تشریح کے ساتھ یکجا کر دیا جائے، تا کہ "مرتدین" کے

شکوک و شبہات کو دور کرکے از سر نو اون کو سرسید کے مذہب کی دعوت دیجائے، اس مذہب کے جن چند عقائد کو نمبروار صاحبزادہ صاحب نے یکجا کیا ہو اور اون کو "غیر متزلزل یقین" کے ساتھ تسلیم کرنے کا قوم کو مشورہ دیا ہے گو چند سال پہلے اون پر لوگ بے دلیل ایمان رکھتے تھے، مگر اب کیا کیا جائے کہ قلوب ایسے بدل گئے ہین کہ ان پرزور دلیلون سے بھی اون پر ایمان لاتے اون سے نہین بنتا، ہم کو یہ اعتراف ہو کہ صاحبزادہ موصوف سرسید کی شریعت کے بہترین مبلغ ہین، تاہم اب اون کو خود یہ "غیر متزلزل یقین" پیدا کر لینا چاہیے کہ اب وہ شریعت ہمیشہ کے لیے منسوخ ہو چکی، اور جس طرح سرسید نے اپنے پہلون کی طرز و روش و مقصد تعلیم مین تبدیلی کی ضرورت سمجھی تھی، چالیس برس کے بعد اب اون کے نائبین کو بھی اِن حالات مین تبدیلی کی حاجت ہو،

باین ہمہ ہم تو مسلم یونیورسٹی پر خدا کی یہ رحمت سمجھتے ہین کہ صاحبزادہ صاحب امسال یونیورسٹی کے وائس چانسلر منتخب ہوئے، یاد ہوگا کہ اب سے دو سال پہلے معارف کے انھین صفحات مین، ہم نے صاحبزادہ صاحب کو اس منصب کا بہترین حقدار لکھا تھا، کیونکہ اس جماعت مین اِن سے بہتر کوئی شخصیت نہین، ہم نے اس خبر کو بھی نہایت مسرت کے ساتھ سنا کہ صاحبزادہ صاحب نے انتظام کی باگ اپنے ہاتھ مین لیتے کے ساتھ اصلاحات کا آغاز کر دیا ہو، بڑی ضرورت اس کی ہو کہ قوم اور یونیورسٹی کے درمیان بیگانگی کی جو خلیج حائل ہو گئی ہو، اوس کو پاٹا جائے، اور اوس خواب کو پورا کیا جائے جو سرسید مرحوم نے خود دیکھا تھا، اور قوم کو دکھایا تھا، شبلی مرحوم کے خواب کی تعبیر ملنے کا زمانہ تو ابھی بہت دور ہو، یعنی یہ ع

که این سررشتهٔ تعلیم با در دست ما باشد

صاحبزادہ صاحب نے یہ سوال نہایت بموقت کیا ہو کہ مسلمانون کی اس شدید ضرورت کے ایام مین جب شدھی اور سنگٹھن کی مشکلین پیدا ہو گئین اور ہین، کیا وجہ ہو کہ ایک طرف ہندؤن مین بیسیون بی اے

ایم اے، ایل ایل بی، بیرسٹر اپنی سادہ اور محنت کش زندگیون کے ساتھ اپنی قوم مین اِس سرے سے اوس سرے تک لگے ہوئے ہین، دوسری طرف مسلمانون مین اِن کامون کے لیئے ایک مسلمان گریجویٹ بھی نظر نہین آتا (اِلّا ماشاء اللہ) صاحبزادہ صاحب اس کی وجہ یہ بتاتے ہین کہ مسلمانون مین چونکہ یہ جدید افراد کم ہین، اور دوسرون مین زیادہ ہین، اِسلیئے یہ صورت حال ہو، اور اسلیئے مسلمانون کو چاہیے کہ مسلم یونیورسٹی مین طلبہ کو بھیجکر اپنے گریجوائیٹون کی تعداد بڑھائین، لیکن ہمارا خیال یہ ہو کہ اِس اختلاف حال کی وجہ کمیّت اور تعداد کی کمی بیشی نہین، بلکہ کیفیت کی کمی بیشی ہو، اگر آج کسی اعجاز سے مسلمان گریجوایٹون کی تعداد دونی بھی ہو جائے مگر اون کی تعلیم و تربیت کی ذہنی و نفسی کیفیت یہی رہے تو بھی صاحبزادہ صاحب کو یہی افسوسناک منظر نظر آئیگا، کامیابی کا ذریعہ **تعداد** کی قلت و کثرت نہین، بلکہ **ایمان** کا ضعف و شدت ہو،

كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللهِ

اِس دفعہ کے مسلم یونیورسٹی کورٹ مین اسلامی تعلیمگاہون کی طرف سے ایک رکن کا انتخاب پیش تھا، کسی غلط فہم دوست نے اوس کے لیئے دار المصنفین کے ناظم اور دار العلوم ندوہ کے معتمد (یعنی خاکسار) کا نام پیش کیا، اِس پر اونھون نے بڑی کرامت یہ دکھائی کہ اپنی تائید مین ۱۴ رائین بھی حاصل کرلین، لیکن اِس کے بالمقابل علی گڈھ کے ایک نوجوان رئیس جو میرے دلی عزیز ہین، اونھون نے ۱۸ رائین پائین، جن پر اون کو مبارکباد دیتا ہون، لیکن اپنے دوستون سے پوچھتا ہون کہ کیا اونھین یہ معلوم نہ تھا کہ اِس عہدہ کے استحقاق کے لیئے وہان کس شرط کی سب سے پہلے ضرورت ہو؟ اور وہ غریب ناظم دار المصنفین اور معتمد دار العلوم ندوہ کو کہان حاصل؟

یہ خبر گو حیرت کے ساتھ نہین لیکن افسوس کے ساتھ سُنی جائیگی کہ مسلم یونیورسٹی کے اُردو پروفیسر صدیقی صاحب نے

"فلسفۂ ازدواج" پر ایک مضمون اپنے خاص ظریفانہ انداز مین، نومبر سنہ ۲۰ء کے علی گڈھ میگزین مین لکھا تھا جس مین موجودہ یورپین آداب ورسوم متعلقۂ نسائیات کی تنقید اور شادی، پردہ، تعدّد ازدواج وغیرہ مین اسلامی اُصول کی تائید کی تھی، سنا ہی کہ یہ مضمون بحق "سرکار مسلم یونیورسٹی" "ضبط کیا گیا، اور لکھنے والے کو کوئی قانونی سزا دیجانے والی تھی، فرد قرار داد جرم یہ تھی، کہ اِس مضمون نے "یورپین تمدن" کے خلاف ملک مین بغاوت کا اندیشہ پیدا کیا، یہ بھی روایت ہی کہ معارف کے شذرات ملزم کی طرف سے صفائی مین پیش کیے گئے، مگر گواہ نامعتبر ٹھہرا، اور آخر ملزم نے معافی مانگ لی، اور اس طرح کسی بڑی سزا سے بری کیا گیا، یہ اسپین کا مشہور "علمی استبداد" (انکوئیزیشن) آخر ہمارے اِس "قرطبہ" اور "غرناطہ" مین کب تک جاری رہے گا،

ہندوستان کے علما مین قاضی ثناء اللہ پانی پتی (مصنف مالابدمنہ) کا جو رتبہ ہی وہ عیان ہی، قاضی صاحب کی تصنیفات مین اُن کی عربی تفسیر مظہری سب سے زیادہ اہم ہی، لیکن وہ بوسیدہ اوراق کے پردہ مین نگاہون سے مخفی ہی، مولوی سید محمد یامین صاحب میرٹھی مرحوم نے اِس کی طباعت کا سامان کیا، لیکن کچھ اجزا نکل کر کام رک گیا، اب اُن کے صاحبزادے مولوی سید جمیل الدین صاحب نے سرے سے اِس کام کا آغاز کرنا چاہتے ہین، اور ساتھ ہی ساتھ اُس کا اُردو ترجمہ بھی مستقل جلدون مین چھاپنا چاہتے ہین، مگر مشکل سرمایہ کی ہی،

یہ مشکل اِس طرح حل کی گئی ہو کہ پانچ سو عربی اور پانچ سو اُردو نسخون کے خریدارون کی امداد حاصل کی جائے، مولوی جمیل الدین صاحب ہر دو زبانون کی پانچ پانچ سو درخواستون کے وصول ہونے پر کام شروع کر دینگے، اُمید ہی کہ اہل علم قدردانی کا ثبوت دینگے، اِس سلسلہ کے متعلق ہر قسم کی مراسلت مولوی صاحب سے دارالعلوم دیوبند (سہارنپور) کے پتہ سے کرنی چاہیئے، ہر ماہ کے شروع مین ایک ایک پارہ شائع ہوگا، اور ہر اشاعت کی قیمت عہ مع محصول ہوگی،

ہمارے صوبہ کے پبلسٹی ڈیپارٹمنٹ کی شش ماہہ کارنامون کی ایک فہرست چھپکر شایع ہوئی ہی، اور ہمارے پاس پہنچی ہی، جنوری سنہ ۲۲ء سے جون سنہ ۲۳ء تک کل ۳۵ پمفلٹ یا رسائل شائع ہوئے، جن کی فن وار تفصیل حسب ذیل ہی،

(۱) روداد مجالس قانونی سرکاری،	۶	(۲) تردید ترک موالات	۶
(۳) ریفارمس یا اصلاحات	۲	(۴) ٹریٹوریل فوج	۲
(۵) تعلیم	۲	(۶) بالشویزم	۱
(۷) مشرق ادنیٰ وٹرکی	۱	(۸) طب	۱
(۹) حفظان صحت	۴	(۱۰) جنگلات	۲
(۱۱) زراعت	۱	(۱۲) سیاسی	۶
(۱۳) عام	۳		

اِن مین ہر رسالہ انگریزی، اُردو اور ہندی تین زبانون مین شائع ہوا ہی، انگریزی زبان مین علوم ومسائل کی ان ابتدائی ضروریات کے متعلق رسائل چھپوانے کی کوئی مصلحت سمجھ مین نہ آئی، کیا صوبۂ متحدہ کے دیہاتی رقبون مین کسی ایک متنفس کی بھی مادری زبان انگریزی ہی؟ علوم وفنون کی تقسیم سے ناظرین مرعوب ہو گئے ہونگے، مگر اُنھین باور کرنا چاہیئے کہ یہ علوم وعنوانات کے نام تو مختلف ہین، مگر اِن سب کا موضوع صرف ایک تھا، اور وہ ہر حیثیت سے موجودہ نظام حکومت کی مدح وستایش، اگر کاش پبلک خزانہ کی یہ لاکھون کی رقم ملک مین صحیح علم کے نشر واشاعت مین صرف کی جاتی تو حکومت کا ملک کی گردن پر کتنا بڑا احسان ہوتا، مگر یہ سچ ہی کہ اس سے پروپیگنڈے کی خدمت انجام نہ پا سکتی،

مقالات

ہندوستان مین اسلام
کی
اشاعت کیونکر ہوئی،

ہمارے آریہ دوستون کو تعجب ہے کہ ایک ہزار سال کے اندر ہندوستان مین جہان ایک بھی کوئی مسلمان نہ تھا، سات کروڑ مسلمانون کی تعداد کیونکر پیدا ہو گئی؟ لیکن کیا ان کو کبھی اس پر بھی تعجب آیا ہے کہ ہندوستان جہان کبھی ویدک دھرم مطلق نہ تھا، ہندوستان قدیم کی کمزور دن پرانی قومین کیونکر اس دھرم مین آگئین، پھر بودھ مذہب نے اسی سرزمین مین ویدک دھرم کو کیونکر شکست دی، اور بعد ازین ویدک دھرم نے بودھ مذہب کو آگ، تلوار اور زبان سے کیونکر نیست و نابود کر دیا؟ یہ سب پرانی باتین ہین، ان کو جانے دیجئے، چند صدیان پہلے یہان ایک عیسائی بھی نہ تھا، مگر اب یہان نصف کروڑ کے قریب عیسائی آبادی پیدا ہو گئی ہے، اور روز بروز پیدا ہوتی جا رہی ہے یہ کیونکر؟

عیسائی مشنریون نے تمام دنیا مین یہ پھیلا رکھا ہے کہ مسلمانون نے تلوار کے زور سے اپنا مذہب پھیلایا ہے، حالانکہ انھین اچھی طرح معلوم ہے کہ رومی سلاطین نے عیسائی مذہب کی اشاعت مین کیا کیا نہ کیا، اسپین، پرتگال، روس، ہولینڈ نے خصوصاً اور یورپ کی عام سلطنتون نے اس کے لیے کیا کیا ذرائع نہ اختیار کین، اور خود ہندو راجا دھرم کی خاطر کیا کیا نہ کر گذرے، اسی طرح اگر بعض مسلمان

بادشاہون سے ایسی باتین سرزد ہوئین، تو صرف وہی سرزنش اور ملامت کے مستحق کیون ہین؟

تمام دنیا کے مذاہب مین سے صرف اسلام ہی ایک مذہب ہے جس نے یہ فلسفہ دنیا مین ظاہر کیا ہے کہ مذہب یقین کا نام ہے اور یقین تلوار کی دھار اور نیزہ کی نوک سے پیدا نہین کیا جا سکتا،

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ — مذہب مین کوئی زبردستی نہین،

آنحضرت صلعم کو تنبیہ ہوتی ہے،

أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ — اے پیغمبر کیا تو لوگون کو مجبور کرے گا کہ وہ ایمان والے ہو جائین

خدا نے فرمایا، پیغمبر کا کام جبر و اکراہ نہین، بلکہ صرف دعوت اور تبلیغ ہے،

لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ — اے پیغمبر تو ان کافرون پر حاکم بنا کر نہین بھیجا گیا،

فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ — اے پیغمبر تجھ پر صرف تبلیغ ہی فرض ہے،

قرآن نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ اس کے مذہب کی تبلیغ دنیا مین کیونکر کیجائے،

ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ — اپنے رب کے راستہ کی طرف تو لوگون کو دانائی سے اور اچھی نصیحت سے بلا، اور ان سے مناظرہ کر تو اس طریقہ سے جو بہترین ہے،

اگر یہ سچ ہے کہ اسلام صرف تلوار کے زور سے پھیلا، تو **کارلائل** کے اس سوال کا کیا جواب ہے؟ کہ اگر محمد نے تیغ زن سپاہیون کے زور سے اسلام کو پھیلایا، تو پہلے ان تیغ زن سپاہیون کو کس تلوار سے مسلمان بنایا؟ اس اصول کی بنا پر تو چاہئے تھا کہ ان ملکون مین اسلام کا سایہ بھی نہ پڑتا جہان تلوار نے اس کا ساتھ نہین دیا، حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ ملک حبش پر مسلمانون نے اس کے اس احسان کے بدلہ مین کبھی تلوار نہین اٹھائی، کہ اس نے ایک دفعہ اسلام کے ابتدائی سخت مصیبت کے ایام مین مسلمانون کو اپنے ہان پناہ دی تھی، تاہم آج وہان نصف آبادی مسلمان ہے، افریقہ

کے اُن خطون مین جہان مسلمان سپاہیون کا گذر بھی نہین ہوا تھا، وہان حلقہ بگوشان اسلام کی اتنی بڑی تعداد کیونکر نظر آتی ہے؟ چین پر مسلمانون نے فوج کشی نہین کی، مگر تین چار کروڑ مسلمان وہان کہان سے آگئے؟ جزائر ملایا مسلمان سلاطین کی تاخت وتاراج سے ہمیشہ محفوظ رہے، مگر آج وہان چار کروڑ مسلمان کس طرح پیدا ہوگیے؟ سیام، انام، اور مشرق اقصی کے دوسرے ملکون اور جزیرون مین جہان کسی مسلمان سپاہی کا قدم بھی نہین پہنچا، اسلام کا قدم وہان کیونکر پہنچ گیا؟ ترک وتاتار نے تو خود مسلمانون پر تلوار چلائی تھی، ان پر تلوار کس نے چلائی اور انکو مسلمان بنایا؟

دوسرے ملکون کو جانے دو، خود ہندوستان کو لو، یہان اسلامی فتوحات کا سیلاب درہ خیبر سے ہوکر آیا، اور پنجاب سے کبھی آسام تک پہنچ گیا، مگر درحقیقت انکی قوت کا مرکز صوبۂ آگرہ، دہلی اودھ، بہار اور دکن رہا، مگر دیکھو کہ یہی وہ مقامات ہین، جہان آج بھی مسلمانون کی تعداد سب سے زیادہ کم ہے، یعنی آٹھ سو برس کے بعد بھی وہان ۱۵ فیصدی سے زیادہ نہ بڑھ سکے، برخلاف اس کے جہان انکا اقتدار حکومت زیادہ مضبوط نہ تھا، وہان وہ حیرت خیز کثرت رکھتے ہین، بنگال، کشمیر، اور سندھ جیسے دور دست اطراف مین انکی تعداد اپنے ہمسایون سے مافوق ہے،

دکن پر مسلمانون کا ہمیشہ قبضہ رہا، بہمنی سلطنت پوری قوت سے مسلط تھی، اس کے بعد پانچ اسلامی سلطنتین معاصرانہ قائم ہوئین، اور اس وقت بھی دکن کے بڑے رقبہ پر ایک اسلامی سلطنت حکمران ہے، تاہم وہان مسلمانون کی تعداد سب سے زیادہ کم ہے،

سب اہل تاریخ مانتے ہین کہ راجپوتانہ کی ریاستون کو، کلی طور سے کوئی مسلمان بادشاہ زیر نہ کرسکا، انگریزون کے عہد تک وہان کے ہندؤن کے ہاتھون مین مسلمان بادشاہون کے مقابلہ کے لیے تلوارین تھین، مگر باین ہمہ وہان کی کوئی ریاست آج ایسی نہین جہان تھوڑے بہت مسلمان نہ ہون، سیلون اور برما پر کبھی مسلمانون نے قبضہ نہین کیا، مگر وہان مسلمانون کی خاصی تعداد ہے،

ان گذشتہ واقعات کو بھی جانے دو، انگریزی عہد کے پرامن زمانہ کو سامنے لاؤ، جب ہندوستان مین مسلمانون کی "بے نیام تلوار" ہمیشہ کے لیے کند ہوگئی ہے، ۱۸۵۷ء کی بعد کی پہلی مردم شماری سے لیکر سنہ ۱۹۲۱ء کی مردم شماری تک کی ہر دہ سالہ تعداد کو دیکھو کہ مسلمان ستر اسّی برسون مین پانچ کروڑ سے سات کروڑ کے قریب کیونکر پہنچ گئے، سنہ ۱۸۹۱ء کی مردم شماری مین مسلمانونکی تعداد پانچ کروڑ ستر لاکھ تھی سنہ ۱۹۰۱ء مین ۶ کروڑ ۲۵ لاکھ ہوگئی اور سنہ ۱۹۲۱ء کی مردم شماری مین ۶ کروڑ ستر لاکھ ہوگئی، تیس برس کے عرصہ مین ایک کروڑ مسلمان کس **محمود**، اور **عالمگیر** کی تلوار کی فتوحات ہین، اور آج بھی ملک کے ہر گوشہ مین نئے مسلمانون کا جو اضافہ ہورہا ہے وہ کس جابرانہ قوت کا اثر ہے؟

ہمارے آریہ دوستون کو ہندوستان مین اسلام کی اشاعت پر سخت استعجاب اور حیرت ہے، اور اس کے اسباب ووجوہ کے جاننے کے لیے سخت بیچینی ہے، اور بے خبری یا تعصب سے وہ کبھی اسکا بڑا سبب غزنوی کی تلوار کو اور کبھی **عالمگیر** کے مظالم کو قرار دیتے ہین، ذیل کے صفحات مین ہم ان کے سامنے سے حقیقت کا پردہ اٹھانا چاہتے ہین، تاکہ اُنھین معلوم ہو کہ ہندوستان مین اسلام کی ترقی انھین طبعی طریقون سے ہوئی ہے، جن سے دنیا مین ہر داعی مذہب کی ہوئی ہے، ہوتی ہے اور ہوگی،

ہندوستان مین اسلام کی اشاعت کا سب سے پہلا اور قدیم سبب، عربون اور ہندؤن کا تجارتی میل جول تھا، عرب تاجرون اور سواحل ہند کے سوداگرون مین باہم تعلق نہایت قدیم سے قائم تھا، بلکہ اس کا آغاز اسلام سے بہت پہلے ہوچکا تھا، البتہ اسلام کے بعد عرب قوم کی تنظیم نے ان تعلقات کو اور زیادہ مستحکم اور مضبوط کردیا، اب عرب تاجر پہلے کی طرح صرف رومی مال واسباب اور عربی مصنوعات وپیداوار ہی ہندوستان نہین لانے لگے، بلکہ ساتھ ہی ساتھ اپنی سب سے بڑی دولت، اور اپنی سب سے قیمتی متاع جو عرصہ مین اس پیغمبر عربی کے وسیلہ سے انکو ملی تھی وہ بھی رفتہ رفتہ اپنے ساتھ لانے لگے، اور یہان سے اب وہ صرف مسالون، خوشبوؤن، تلوارون اور کپڑون کا سامان ہی نہین لیجانے

لگے، بلکہ نو مسلمونکی کچھ تعداد بھی اپنے ساتھ لیجانے لگے، ملیبار، سندھ، گجرات، کچھ، کوکن، سواحل بنگال اور جزائر ہند کی قومون نے انکو فرشتۂ رحمت سمجھکر قبول کیا، عربی سفرنامون اور جغرافیہ کی کتابون مین ان مقامات کے نام اور حالات بکثرت مذکور ہین،

ملیبار مین **موپلا** اور **نوایت** انھین عرب تاجرونکی یادگار نسل ہین اور یہی ہندوستان مین اسلام کی اشاعت کے سب سے پہلے داعی اور مبلغ ہین، انھون نے جس آہستگی، سکون، اور خاموشی سے اس فرض کو انجام دیا، عیسائی مشنری اور انگریزی مورخین تک انکی اس قابلیت کے مداح اور ستائشگر ہین،

ہندوستان مین اسلام کے داخلہ کا دوسرا راستہ **سندھ** ہے، سندھ کا علاقہ مدت دراز سے شاہان ایران کا باجگذار تھا، اور جاٹ اور میدی قوم کے لوگ انکی فوج کے سپاہی تھے، اس کے بعد جب ایران کا تخت مسلمانون کے قبضہ مین آیا، تو گذشتہ سلطنت کے ترکہ کے طور پر سندھ کے تعلقات ان کو ہاتھ آئے، اور اس وقت سے لیکر محمد قاسم فاتح سندھ کے زمانہ تک والی عراق اور رایان سندھ کے درمیان صلح و شکست کے واقعات پے در پے پیش آتے رہے، محمد قاسم کے فتوحات کی وسعت جو بلوچستان اور کراچی سے لیکر ملتان تک تھی، بہت جلد ختم ہوگئی، یعنی اس نے سو برس کا زمانہ بھی نہین پایا ہے، لیکن اسلام کے مذہبی فتوحات کا سیلاب بدستور جاری رہا،

ہندوستان مین اسلام کی آمد کا تیسرا مشہور راستہ درۂ خیبر کا ہے، جدھر سے وہ پیدایش سے چار سو برس کے بعد محمود غزنوی کی تیغ خارا شگاف کے سایہ مین داخل ہوا،

ہمارے آریہ دوستون کو یہ غلط فہمی ہے، کہ ہندوستان مذہبی حیثیت سے پہلے بھی ویسا ہی تھا، جیسا آج ایک زمانہ سے وہ نظر آتا ہے، کہ ویدک دھرم نام ایک برہمنی مذہب کو ہر باشندۂ ہند کے لیے ضروری سمجھا جاتا ہے، عرب مین اسلام کی پیدایش اور ہندوستان مین بودھ مذہب

کا زوال ساتھ شروع ہوا، تاہم اس کو مٹتے مٹتے بھی ایک زمانہ لگ گیا، عرب مسلمان جب ملیبار، سیلون، سندھ، گجرات اور کوکن وغیرہ مین آئے ہین، تو انکا مقابلہ ویدک دھرم کے ہندؤن سے نہ تھا، بلکہ بودھ مت اور جین مت کے پیرؤن سے تھا، اس وقت ترکستان سے کابل تک اور پنجاب و کشمیر سے سندھ تک بودھ مت اور گجرات وغیرہ ادھر کے ساحلی علاقون مین جین مت غالب تھا،[1] اور ملیبار اور مدراس کے اطراف مین بھی ویدک دھرم یا برہمنی مذہب کے پیرو لوگ نہ تھے، بلکہ بیادہ تر ہندوستان کے پرانے باشندے تے جنکو درۂ خیبر سے آنے والے مغرور برہمنون نے ہندوستان سے نکال دیا تھا یا وہ خود ان سے بھاگ کر دور دست علاقون مین چلے گئے تھے،

ہندوستان کے حدود مین اسلام کا پہلا قدم جنوبی ہند مین پڑا، بیان کیا جاتا ہے کہ ملیبار کے راجہ نے شق القمر کا معجزہ اپنی آنکھون سے دیکھا، یعنی ایک رات اس کو چاند شق ہوکر دکھائی دیا، اس نے ادھر ادھر لوگون کو تحقیق حال کے لیے بھیجا، بالآخر معلوم ہوا کہ عرب دیس مین ایک پیغمبر پیدا ہوا ہے اور اس نے یہ معجزہ دکھایا ہے، راجہ یہ سنکر مسلمان ہوگیا، اور عرب چلا گیا، ایک روایت مین ہے کہ وہ خود آنحضرت کے زمانہ مین پہنچا، دوسری روایت مین ہے کہ وہ حضرت ابوبکر کے عہد خلافت مین پہنچا اور بالآخر یمن مین اس نے انتقال کیا اور وہین مدفون ہوا،

ملیبار اور اس کے اطراف مین جو پرانی قوم آباد ہے، اس کو **نایر** کہتے ہین، یہ عام ہندؤن سے بالکل مختلف ہین، اور ان مین قدیم وحشت اور بربریت کے بہت سے اثرات [illegible]ے جاتے ہین، اور ان مین کوئی صحیح اور با نظام مذہب ایسا نہ تھا جو اسلام کا مقابلہ کرسکتا، ان کو [illegible]م برہمن نہایت ذلیل سمجھتے ہین، اور ان سے چھوٹ کرتے ہین، تاریخ تحفۃ المجاہدین مین ہے کہ اگر کوئی اونچی ذات

[1] اس بیان کی تصدیق کے لیے، دیکھو الیٹ کی تاریخ ہند جلد اول صفحہ ۴۰۵ سے ۵۰۰ تک، الیٹ نے عرب سیاحون اور جغرافیہ نویسون کے بیانات کے ساتھ چینی سیاحون کے بیانات اور دوسرے دلائل یکجا کردیے ہین،

کا ہندوان سے چھوجائے توجب تک وہ غسل نہ کرے کھا نہین سکتا، اگر کھالے تو سردار اس کو اپنی برادری سے نکال کر انھین نیچ ذاتون کے ہاتھ بیچ دیتا تھا اور اسکی بقیہ عمر غلامی مین گذرتی تھی، یا وہ بھاگ کر دوسری جگہ چلا جاتا تھا، ایک کنوئین سے دوسرا پانی نہین پی سکتا تھا، پاس بیٹھ نہین سکتا تھا، آج بھی ان اطراف مین بالکل یہی حالت ہے، اور آپ روز سنتے ہین کہ مدراس مین برہمن اور نان برہمن کی لڑائیان برابر جاری ہین،

اسی طرح یہان کی عورتون پر یہ ظلم ہے کہ وہ بیک وقت چند شوہرون کی تابعدار ہین، اور ہرایک کی خوشدلی اُن کا فرض ہے، اس افسوسناک واقعہ کا امیر خسرو نے ایک شعر مین ذکر کیا ہے، میر جمال الدین حسین انجو نے اپنے لغت مین لفظ ملیبار کے تحت مین ان کے اس رسم کو بیان کیا ہے[1] غیر قومون مین شادی کرنے سے بھی ان کو چندان باک نہ تھا،

الغرض جب مسلمان تاجر ادھر آئے توان مظلوم فرقون کو اچھا خاصہ ایک امن کا سایہ ہاتھ آیا، مسلمان تاجرون نے انکو نوکر رکھا، ان سے تعلقات بڑھائے، ان کی عورتون سے شادیان کین، نیچ قوم کے لوگ اور نیز ذات سے خارج لوگون نے بھاگ بھاگ اسلام کے دامن امن مین پناہ لینی شروع کی، اور یہی لوگ جب مسلمان ہو کر دوسرے مسلمانون کے برابر حقوق حاصل کر لیتے تھے، تو دوسرے ہندو بھی اونکی عزت مین کمی نہین کرتے تھے، یہ دیکھکر یہان کی ادنی قومون کو اور بھی اسلام کی طرف رغبت ہوئی،

یہی حال اس ملک کا آج بھی ہے، اگر ان اطراف مین دفعۃً پرتگیز نہ پہنچ گئے ہوتے تو یہ پورا علاقہ دائرۂ اسلام مین آگیا ہوتا، لیکن پرتگیزون نے یہان آکر اور دریا سے عربون کی تجارت کا راستہ روک کر ان کو تباہ کر دیا، اور آبادی کے مسلمانون کو عرب و مصر سے اپنے تعلقات کے توڑ دینے پر مجبور

[1] فرشتہ جلد دوم ص ۳۷۳، نولکشور

کر دیا، بالآخر عیسائیون نے غلبہ پایا اور اوس وقت سے ان مقامات مین اسلام کی جگہ عیسائیت نے لے لی ہے، چنانچہ تمام صوبون سے زیادہ وہان عیسائیت کو فروغ ہے، اور روز بروز وہان صلیب پرستون کی تعداد بڑھتی جاتی ہے، اور ٹراونکور اور کوچین کے علاقون کے لوگ تو گویا پورے کے پورے عیسائی ہو گئے ہین،

ذیل مین ہم تحفۃ المجاہدین (جو علاقۂ ملیبار کی تنہا تاریخ ہے) کے چند اقتباسات پیش کرتے ہین، جن سے حقیقت حال ظاہر ہو گی،

"ہندوستان کے مغربی ساحل کے بندرگاہون مین مختلف ملکون سے تاجر بکثرت آتے ہین، اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ نئے شہر آباد ہو گئے ہین، اور مسلمانون کی تجارت سے ان مین آبادی بڑھ گئی ہے، اور مکانات کثرت سے بن گئے ہین، یہان کے سردار اور راجہ مسلمانون پر سختیان کرنے سے پرہیز کرتے ہین، باوجودیکہ یہ سردار اور انکی سپاہ بت پرست ہے، مگر وہ مسلمانون کے مذہب اور ان کے شعائر کا بہت کچھ پاس و لحاظ کرتے ہین:.... بت پرستون اور مسلمانون کے اس اتحاد سے اس لیے اور تعجب پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانو نکی تعداد کل آبادی کا دسوان حصہ بھی نہین"

اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ اس عہد مین ان تاجرون کی مدد سے اس علاقہ کی آبادی کا کتنا حصہ اسلام کا حلقہ بگوش ہو چکا تھا،

"بحیثیت مجموعی ملیبار کے ہندو راجاؤن کا برتاؤ مسلمانون کے ساتھ عزت اور مہربانی کا ہے، کیونکہ ان کے ملک مین زیادہ شہرون کا آباد ہو جانا انھین مسلمان تاجرونکی بود و باش کا نتیجہ ہے"

اس اقتباس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان اطراف کے ہندو راجا کیون عرب تاجرونکی اس قدر عزت کرتے تھے، اور ان کے کاروبار مین کوئی دخل نہین دیتے تھے،

،،نائر قوم کے لوگ اپنے ایسے ہم قومون سے جو بت پرستی چھوڑ کر مسلمان ہو جاتے ہین،
مزاحمت نہین کرتے اور نہ انکو دھمکیان دیکر ڈراتے ہین، بلکہ وہ ان کے ساتھ ایسی ہی عزت
کا برتاؤ کرتے ہین جیسے اور مسلمانون کے ساتھ، خواہ وہ نو مسلم کیسی ہی نیچ ذات سے مسلمان ہوا ہو[1]

اس اقتباس نے اس راز کا پورا پردہ کھول دیا، کہ ان نیچ ذات کے لوگون کے اسلام
لانے کا سبب کیا تھا،

عرب جغرافیہ نویسون اور سیاحون نے ہندوستان کے جن حصون کا حال لکھا ہے وہ وہی
ہین جو عرب تاجرون کے بحری گذرگاہ تھے، وہ خلیج فارس کے بندرگاہون سے جن مین مشہور سیراف اور
بصرہ ہے، سندھ آتے تھے، اور یہان سے سمندر کے کنارہ کنارہ کوکن اور گجرات کے سواحل سے گذر کر
مدراس کے سواحل پر پہنچتے تھے، اور یہان سے لنگر اٹھا کر مشرقی بنگال اور آسام کو عبور کر کے چین کی
راہ لیتے تھے، راستہ مین مالدیپ، سیلون، جاوا، سماٹرا، سنگاپور اور دوسرے جزائر کی طرف بھی نکل جاتے تھے،
چنانچہ ان کے یہی تجارتی رہگذر انکی اشاعت اسلام کی کوششون کے مرکز تھے،

سواحل ہند پر سندھ سے لیکر حدود چین تک وہ متعدد ہندو راجاؤن اور سلطنتون کے نام
گناتے ہین، مگر یہ نام کچھ تو ان قدیم سلطنتون اور شہرون کے معدوم یا گمنام ہو جانے سے، کچھ عربی
مین تلفظ بدل کر، کچھ کتابون کے ناسخون اور کاتبون کے ہاتھون سے کچھ سے کچھ ہو کر بالکل غیر معروف
ہو گئے ہین، ان سلطنتون یا ملکون مین سے چند مشہور نام یہ ہین، جنکو تمام جغرافیہ دانون اور سیاحون
نے بالاتفاق نقل کیا ہے،

• سلطنت **بلھرا**، **جُزر**، **طافن**، **کش بین**، اور **رھمی**، ان کے علاوہ مانڈ

[1] تحفۃ المجاہدین کا نسخہ میرے سامنے نہین، کچھ تو فرشتہ نے ملیبار کی تاریخ مین نقل کیا ہے، مگر یہ اقتباسات
ڈاکٹر آرنلڈ کی کتاب دعوت اسلام کے صفحہ ۲۸۲ و ۲۸۳ سے یہان نقل کیے گئے ہین،

اور موگا وغیرہ کے علاقے آتے ہین، ہندوستان کے مستشرق مورخین مثلاً الیٹ، ٹاڈ، رینا ؤ وغیرہ نے
ان نامون کی اصل نکالنے مین بڑی دیدہ ریزی کی ہے، انکی تحقیق کا نتیجہ یہ ہے کہ **بلھرا** کی اصل بلبھرائے
ہے جو مالوہ کے حکمران خاندان کا نام تھا، عربون نے بھی اس کو شاہی لقب ہی بتایا ہے، **جُزر** تو ظاہر ہے
کہ گجر یعنی گجرات ہے، **طافن** کی نسبت ان خصوصیات کی بنا پر جو عربون نے بیان کئے ہین، رینا ؤ
کی رائے ہے کہ وہ اورنگ آباد دکن ہے، لیکن طافن کا حل وہ نہین کر سکا، میری رائے ہے کہ طافن نہین یہ
لفظ طاقن ہے، چنانچہ اس کا املا طاکن بھی رینا ؤ نے پایا ہے، اور طاقن اور طاکن، داکھن یا دکن یا دکھن
کی خرابی ہے، کش بین کو ٹاڈ کچھ بھوج (عربی مین چ، ش سے بدل جاتی ہے) اور رینا ؤ میسور بتاتا ہے
اور رہمی راج کو مشرقی بنگال قرار دیتا ہے[1]،

عربون نے سب سے زیادہ بلھرا یا بلبھ رائے کی سلطنت کا ذکر کیا ہے اور اس کے دار السلطنت کا
نام وہ مانکیر (مانگیر یا مہانگیر) بتاتے ہین، اور کمکم نام ایک علاقہ بھی وہ اس مین شامل کرتے ہین، کمکم غالباً
کوکن ہے، سب سے پہلا عرب سیاح جسکا سفرنامہ زمانہ کے دست برد سے محفوظ ہے، وہ عراق کے تاجر
سلیمان سیرافی کا ہے، اس نے اپنا سفرنامہ تیسری صدی ہجری (آٹھوین صدی عیسوی) کے شروع
مین لکھا تھا، فرانسیسی مستشرق رینا ؤ REINAUD نے اس کو مع فرنچ ترجمہ اور حواشی کے ۱۸۴۵ء
مین سلسلۃ التواریخ کے نام سے شائع کیا ہے،

اُس نے اپنا سفر انھین راستون سے کیا ہے، جنکا ذکر ابھی اوپر گذرا، وہ بیان کرتا ہے کہ
ہندوستان اور چین کے لوگ بلا اختلاف یہ یقین رکھتے ہین کہ دنیا مین چار بادشاہ سب سے بڑے ہین،
سب سے بڑا وہ **عرب** کے بادشاہ (خلیفۂ بغداد) کو سمجھتے ہین، کہ وہ سب سے دولتمند، سب سے زیادہ باجاہ و
جلال ہے اور وہ سب سے بڑے **مذہب** کا بادشاہ ہے، جس سے بڑی کوئی چیز نہین، اس کے بعد

[1] دیکھو الیٹ جلد اول کے تاریخی اور جغرافی ضمیمے، ان نامون کی تصحیح اور تحقیق ایک دلچسپ موضوع ہے لیکن اس کیلئے اور موقع ہے،

خاقان چین، بعد ازین قیصر روم، پھر راجہ بلہرا، سوراخ کیے ہوئے کانون[1] والے آدمیون کا بادشاہ، راجہ
بلہرا تمام ہندو راجاؤن سے زیادہ معزز ہے، اور گو ہندوستان کا ہر راجہ اپنی سلطنت مین مستقل ہے،
مگر اسکی بزرگی کو سب تسلیم کرتے ہین، بلہرا کے راجاؤن کی عمرین بڑی ہوتی ہین، بلہرا کی رعایا کا یہ عقیدہ ہے
کہ "ہمارے راجاؤن کی عمرین اس لیے بڑی ہوتی ہین کہ وہ عربون (مسلمانون) سے محبت رکھتے ہین..
تمام راجاؤن مین راجہ بلہرا سے زیادہ عربون (مسلمانون) سے زیادہ محبت رکھنے والا کوئی دوسرا نہین،
اور اسی طرح اوسکی رعایا بھی محبت رکھتی ہے[2]"

کیا یہ سمجھا جائے کہ کوکن مین مسلمانونکی زیادہ بود و باش اور اسلام کی اشاعت بلہرا کے راجاؤن
کی اسی بے تعصبی کا نتیجہ ہے؟ گجرات کے راجہ کی نسبت اوسکا بیان ہے کہ "وہ عربون (مسلمانون)
کا دشمن ہے، بااین ہمہ وہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ عرب کا بادشاہ (خلیفۂ بغداد) دنیا مین سب سے بڑا بادشاہ ہے،
اور ہندو راجاؤن مین اس سے زیادہ اسلام کا کوئی دشمن نہین[3]"، اس کے بعد وہ کہتا ہے کہ "طاقن (یا دکھن)
کا راجہ بھی عربون (مسلمانون) سے راجہ بلہرا ہی کی طرح محبت رکھتا ہے[4]"

"چین والے داڑھی نہین رکھتے، اور وہ قدرۃً بھی اس سے محروم ہین، لیکن ہندؤنکی لمبی لمبی
داڑھیان ہوتی ہین، مونچھین بھی نہین ترشواتے[5]..... چین اور ہندوستان کے لوگون کا یہ عقیدہ ہے، کہ
کہ بدھ (بدھ) کے مجسمے اور بت (بت کی اصلیت بھی بدھ یعنی بودھ ہے) ان سے باتین کرتے ہین،
حالانکہ باتین ان کے پجاری کرتے ہین[6]" اور ان دونون ملکون کے لوگ جانور کو قتل کرکے کھاتے ہین، اہل
چین مین خود اپنا کوئی مذہب نہین ہے، ان کا مذہب ہندوستان سے آیا ہے، اور وہ بیان کرتے ہین
کہ ہندوستان ہی نے یہ بدھ کے مجسمے ان کے لیے بنائے ہین، اور ہندو ہی اصل مذہب والے ہین،

[1] معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ مین ادھر کے لوگ کانون مین بالا پہنتے تھے، [2] سفرنامۂ سلیمان تاجر مطبوعہ پیرس ۱۸۱۱ء صفحہ ۲۶، ۲۷، [3] سفرنامہ مذکور صفحہ ۲۸، [4] ایضاً صفحہ ۲۹، [5] ایضاً صفحہ ۵۵، [6] ایضاً صفحہ ۵۵،

اور یہ دونون قومین تناسخ کی قائل ہین، صرف مذہب کی فروعی باتون مین اونکا اختلاف ہے[1]".....
اور جہان تک علم ہے ان دونون قومون کے لوگون مین کوئی مسلمان نہین ہے، اور نہ کوئی عربی بولتا ہے[2]

اس اقتباس سے یہ ثابت ہوتا ہے جیسا کہ مین نے پہلے کہا ہے کہ اسلام کا مقابلہ برہمنی دھرم سے
نہین، بلکہ بدھ مت سے تھا، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک ہندوستان کے جن
علاقون سے وہ گذرا ہے وہان کوئی نومسلم ہندو اسکو نہین ملا ہے، البتہ عرب تاجرون کی نوآبادیان
اس کو ملتی جاتی ہین، جیسے دکھن اور کوکن کے علاقون مین،

عرب تاجرون اور سیاحون نے جزائر ہند مین سے "دیبجات" یعنی دیپ کے جزیرون کا جن سے
ان کی مراد سرندیپ، سنگلدیپ اور مالدیپ ہین، بہت ذکر کیا ہے، خصوصاً سرندیپ (سیلون)
جہان ایک پہاڑ پر ان کے اعتقاد کے مطابق حضرت آدم اور حوا کے نقش قدم ہین، لوگ جو ادھر سے
گذرتے تھے انکی زیارت کو جاتے تھے، سلیمان تاجر نے ان جزائر کے اثنائے ذکر مین، کسی مسلمان آبادی
کا ذکر نہین کیا ہے، لیکن سلیمان کے بعد اس کے سفرنامہ کا ایک اور عرب تاجر ابوزید سیرافی نے
تتمہ لکھا ہے، جو تیسری صدی ہجری کے وسط مین غالباً لکھا گیا ہے، اس مین سرندیپ کے بیان مین
یہ پوری تصریح ہے کہ عرب تاجرون نے یہان آباد ہونا شروع کر دیا ہے[3]،

تیسری صدی کے آخر اور چوتھی صدی کے شروع مین بزرگ بن شہریار ایک ایرانی مسلمان
جہازران نے سالہا سال کے بحری سفرون کے بعد خود اپنے چشم دید اور دوسرے جہازرانون سے سنے
ہوئے واقعات **عجائب الہند** کے نام سے قلمبند کیے ہین، اور مطبع بریل لیڈن نے اس کو چھاپا
ہے، اس کتاب مین جابجا مسلمانونکی نوآبادیون کے تذکرے ملتے ہین، ایک ہندو جہازران کا حال
ملتا ہے، جو مسلم تھا، اور اسی جہازرانی سے اس نے بڑی دولت کمائی تھی، اس نے حج کیا تھا[4]، اتنے

[1] سفرنامۂ مذکور صفحہ ۵۷، [2] ایضاً ۵۷، [3] تتمہ سفرنامہ مذکور صفحہ ۱۲۱، [4] عجائب الہند صفحہ ۱۹،

زمانہ مین زیمورین یعنی ملیبار و کالی کٹ کے راجہ کے ملک مین مسلمانونکی اتنی بڑی تعداد ہوگئی تھی کہ ان کے لیے ایک مسلمان قاضی جسکو "ہنرمند" کہتے تھے، راجہ کی طرف سے منتخب[1] کیا جاتا تھا، جاوا مین بھی ہم کو اس عہد مین مسلمان تاجر ملتے ہین، اور اس طرح کہ وہان کے راجہ کے دربار مین مسلمان درباری رسوم و آداب سے معاف کیے جاتے ہین[2]، منگاپور کے راجہ کے دربار مین بھی مسلمان ملتے ہین[3] بمبئی کے قریب بھی مسلمان ملتے ہین[4]، ہامیر کے علاقہ مین ایک مسلمان کو ایک درخت ملتا ہے جس کے پتون پر کلمۂ طیبہ لکھا ہوتا ہے[5]، پتون پر لکھا ہو یا نہ ہو، مگر اس سے دلون پر کلمۂ طیبہ کا آغاز نقش تو ثابت ہوتا ہے، انڈمان کے جزیرہ مین حضرت سلیمان کا مقبرہ دکھائی دیتا ہے[6]،

عجائب الہند کی روایت کے مطابق تو ہندوستان کے جزیرون مین سے سب سے پہلے سرندیپ مین اسلام کا نور چمکا، عرب جغرافیہ نویسون نے اس جزیرہ کے لوگون کے جو مذہبی حالات لکھے ہین، ان سے یہ قطعاً ثابت ہوتا ہے کہ یہان کے باشندے بودھ مت کے پیرو تھے، بزرگ بن شہریار لکھتا ہے، کہ ہندوستان کے پجاریون، عابدون اور زاہدون (یعنی جوگیون اور بھکشوؤن) کی کئی قسمین ہین ان مین سے ایک بیکور (بیکوڈا) ہین اور انکی اصل سرندیپ سے ہے، اور یہ مسلمانون سے بہت محبت رکھتے ہین، اور انکی طرف ان کا میلان بہت ہے، اور گرمی مین یہ ننگے رہتے ہین صرف چند انگل کی دھجی کمر مین باندھتے ہین، اور جاڑون مین چٹائی اوڑھتے ہین، دوسرے وہ ہین جو کپڑے پہنتے ہین، ان کے یہ کپڑے مختلف رنگ برنگ کے ٹکڑون کو سینکر بنائے جاتے ہین، اور اس سے انکا مقصود اپنا امتیاز اور شہرت ہے، اور بدن پر مردونکی ہڈیان جلاکر اسکی راکھ ملتے ہین، اور سر اور داڑھی کے بال منڈاتے ہین، لیکن بدن کے اور حصون کے بال ویسے ہی چھوڑ دیتے ہین، اور گلے مین کسی مردہ کی کھوپڑی لٹکائے رہتے ہین اور غیرت اور تواضع کے لیے اسی مین کھاتے اور پیتے ہین،

[1] عجائب الہند صفحہ ۱۴۳، [2] ایضاً صفحہ ۱۵۴، [3] ایضاً صفحہ ۵۰، [4] ایضاً صفحہ ۵۲، [5] ایضاً صفحہ ۱۷۰، [6] ایضاً صفحہ ۱۳۴،

"اہل سرندیپ کو جب آنحضرت صلعم کی بعثت کا حال (غالباً عرب تاجرونکی زبانی) معلوم ہوا تو انھون نے اپنا ایک ہشیار آدمی تحقیق کی غرض سے، عرب، روانہ کیا، جب وہ وہان پہنچا تو حضرت عمر کی خلافت کا زمانہ تھا، حضرت عمر نے اوسکو آنحضرت صلعم کا حال بتایا، اور باتین بتائین، وہ لوٹ کر آیا تو مکران (قریب بلوچستان) مین اوسکا انتقال ہوگیا، اس کے ساتھ اوسکا رفیق سفر غلام تھا، وہ صحیح سلامت سرندیپ پہنچا، اور وہان کے لوگون کو سب حال سنایا، آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکر کی جو کیفیت سنی تھی وہ بتائی، اور حضرت عمر کے واقعات ان کو سنائے اور منجملہ ان کے یہ بھی کہا کہ وہ بھی پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے ہین، مسجد مین سوتے ہین، اور نہایت خاکسارانہ زندگی بسر کرتے ہین، اب یہ لوگ مسلمانون کے ساتھ جو یہ تواضع اور محبت کرتے اور میلان خاطر رکھتے ہین، وہ اسی سبب سے ہے[1]،

اس تفصیل سے ظاہر ہوگا، کہ بدھ مت کے پیروون کو اسلام کے ساتھ ایک خاص مناسبت پیدا ہوگئی تھی، اور جس چیز کو وہ تلاش کرتے تھے وہ انکو اس مذہب مین ملتی تھی،

اب وہ زمانہ آگیا تھا کہ عرب تاجرون کے ساتھ درویشون کی کوششین بھی شامل ہوگئی تھین، چنانچہ اونکی کوشش سے سراندیپ کے بعد اسلام کا نور ملیبار کے علاقہ مین چمکتا نظر آتا ہے، تاریخ فرشتہ مین تحفۃ المجاہدین کے حوالہ سے یہ قصہ منقول ہے کہ ہجرت کی دو صدیان گذر چکی تھین، ہر مذہب کے تاجرون اور سوداگرون کا یہان گذر تھا، کہ عرب و عجم کے چند مسلمان فقرا، کا گذر ہوا، جو سرندیپ حضرت آدم و حوا کی قدمگاہ کی زیارت کو جارہے تھے، باد مخالف کی جھپٹ سے وہ ملیبار کے ساحل پر پہنچ گیے، شہر کدانکلور (گرانگا نور) مین جاکر وہ اترے، وہان کا راجہ جسکو سامری (زیمورن) کہتے ہین وہ نہایت عقلمند تھا، وہ ان بزرگون کی صحبت سے مستفید ہوا، اور ہر قسم کی گفتگو درمیان مین آئی، منجملہ ان کے مذہب کی بحث بھی آئی، ان درویشون نے اپنا مذہب اسلام بتایا، زیمورن نے

[1] عجائب الہند، مطبوعہ لیڈن، صفحہ ۱۵۶-۱۵۷،

نے کہا کہ ہمارے ملک مین جو یہود و نصاریٰ اور ہنود ہین جو تمھارے مذہب کے مخالف ہین، اور دنیا کی سیاحت کیے ہوئے ہین، ان سے سنا ہے کہ عرب و عجم اور ترکون کے ملکون مین یہ مذہب پوری طرح پھیلا ہوا ہے، لیکن اب تک مجکو مسلمانون کی صحبت نہین ملی ہے، اپنے پیغمبر کا کچھ احوال بیان کرو، ایک درویش نے جو علم و صلاح سے آراستہ تھا، تقریر شروع کی، اور آپ کے معجزات کو اس خوبی سے بیان کیا کہ راجہ متاثر ہوگیا، اور کلمۂ طیبہ ادا کرکے مسلمان ہوگیا، لیکن اپنے مذہب کو مخفی رکھا، اور مسلمانون کو بھی تاکید کی کہ وہ اس راز کو فاش نہ کرین، اور یہ درخواست کی کہ سرندیپ سے واپسی مین پھر ادھر ہی سے تشریف لیجائیے، واپسی مین، راجہ بھی حیلہ سے درویشون کے ساتھ چھپ کر روانہ ہوگیا، اور ملک کو اپنے وزیرون کے سپرد کرگیا، راجہ عرب پہنچکر مرگیا، اور مرتے وقت وصیت کی کہ چونکہ ہم سب کا مقصود ملیبار مین دین اسلام کی اشاعت ہے، اس لیے بہتر ہے کہ آپ لوگ تجارت اور بیوپار کے ذریعہ سے وہان آمد و رفت کیجئے، اور وہان قیام کیجئے مکانات بنائیے، تاکہ لوگ دین محمدی کی طرف رجوع کرین اور اس کے بعد اس نے اپنے مہری خطوط اپنی زبان مین لکھکر حوالہ کیے کہ ملیبار جاکر وہان کے حاکمون کو دکھائیے چنانچہ یہ لوگ ملیبار واپس آئے یہان کا حاکم خط دیکھکر مہربان ہوا اور یہان اسلام کی اشاعت کی، پہلے کدنگلور (کرانگانور) مین مسجد بنائی، پھر کولم مین مسجد بنی، پھر ہوبائی سورادی گندارید (؟) چالیت (کالی کٹ ؟) باکنو، منگلور اور کانجرکوٹ مین مسجدین بنائین، اور یہان مسلمانون کی عزت ہونے لگی[1]،،

تیسری صدی کے آخر اور چوتھی صدی کے شروع مین مشہور مورخ اور سیاح **مسعودی** بغداد سے ہندوستان آیا تھا[2]، وہ ہندوستان کے جنوبی ساحلی شہرون مین کھمبایت، تھانہ، گجرات

[1] تاریخ فرشتہ بحوالہ التحفۃ المجاہدین جلد ۲ صفحہ ۳۶۷ نولکشور، [2] مروج الذہب مسعودی، جلد اول صفحہ ۶، ۱۰ طبع پیرس،

طاقن یا دکھن، راجہ بلہرا یا بلبھ رائے کی سلطنت اور اس کے دار السلطنت مانگیر، اور زمیور زمین لار (یا ملیبار) کے راجہ کا ذکر کرتا ہے، مسلمانون کی محبت و عداوت کی حیثیت سے وہ ہندو راجاؤن کی نسبت وہی خیالات کسی قدر اضافہ کے ساتھ بیان کرتا ہے جنکو سلیمان تاجر اپنے سفرنامہ مین اس سے ساٹھ پینسٹھ برس بیشتر ظاہر کرچکا تھا، اس عرصہ مین ان علاقون مین اسلام بہت کچھ آگے بڑھ گیا تھا،

مسعودی کی شہادت ہے کہ "سندھ اور ہند کے تمام راجاؤن مین سے راجہ بلہرا کے راج کی طرح اور کسی راج مین مسلمانون کی اتنی عزت نہین، **اسلام** اس راجہ کی حکومت مین معزز اور محفوظ ہے، اور ان کے ملک مین مسلمانون کی مسجدین اور جامع مسجدین بنی ہوئی ہین، جو آباد ہین، یہان کے بادشاہ چالیس چالیس اور پچاس پچاس برس حکومت کرتے ہین، یہان کے لوگون کا اعتقاد ہے کہ ہمارے راجاؤن کی عمرین اسی عدل اور مسلمانون کی عزت کرنے کی وجہ سے زیادہ ہوتی ہین[1]، گجرات کا راجہ مسلمانون سے اب تک وہی نفرت رکھتا ہے، دکھن کے راج مین مسلمانونکی عزت ویسی ہی ہے اور راجہ صلح پسند ہے[2]،،

مسعودی ۳۰۴ھ مین زیمور کے ملک مین اپنا آنا بیان کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ "یہان خالص اور مخلوط النسل مسلمانون کی جنکو یہان بیسر کہتے ہین، دس ہزار کی آبادی ہے، یہ سیراف، عمان، بصرہ اور بغداد اور دوسرے شہرون کے وہ لوگ ہین جو یہان آباد ہوگئے ہین، اور یہین انھون نے شادی بیاہ کرلیا ہے، اور یہین سکونت اختیار کرلی ہے، اور ان مین بعض نامی تاجر ہین، جیسے موسیٰ بن اسحٰق، اور آجکل یہان مسلمانون کا رئیس (ہنرمند) ابو سعید معروف بن زکریا ہے، اور بیسر وہ مسلمان کہلاتے ہین جو ہندوستان مین پیدا ہوئے ہین[3]"،

اس اقتباس سے ظاہر ہوگا کہ مسلمانون کی تعداد عہد بعہد ترقی کرتی جاتی ہے، اور انکی

[1] مروج الذہب مسعودی، جلد اول صفحہ ۳۸۲ [2] ایضاً صفحہ ۳۸۸، [3] ایضاً جلد دوم صفحہ ۸۵-۸۶

ترقی کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ انھون نے اسی ملک کے لوگون مین شادی بیاہ شروع کر دیا ہے؛

ابن سعید مغربی پانچوین صدی مین ملک مراکش مین بیٹھکر جغرافیہ فلکی کی ایک کتاب ترتیب دیتا ہے؛ اس کے بیچ بیچ مین کہین کہین جنوبی ہندوستان کے شہرون کے نام لیتا ہے، اور ان شہرون کی اسلامی آبادیون کی طرف اشارہ کرتا ہے، یہ وہ زمانہ ہے جب مسلمان گو پنجاب مین داخل ہو گئے ہین، لیکن بقیہ ہندوستان اب تک ان کے حملون سے سرتاسر محفوظ ہے، تاہم ابن سعید مغربی کہتا ہے کہ "**تھانہ** گجرات کا آخری شہر ہے اور ہندوستان کے اس ساحل پر سب کفار آباد ہین؛ جو بتون کو پوجتے ہین، لیکن وہ اپنے ساتھ مسلمانون کو بھی بساتے ہین[1]، کھمبائت (گجرات) کے متعلق ابن سعید لکھتا ہے کہ "وہ ہندوستان کے ساحلی شہرون مین سے ہے، جہان تاجر جایا کرتے ہین؛ اور وہان مسلمان آباد ہین[2]" **کولم** (مدراس) کے متعلق بیان کرتا ہے کہ "کولم مسلمانون والے ملک کا آخری شہر ہے، سمندر کے کنارہ واقع ہے، یہان مسلمانون کا ایک محلہ ہے اور انکی ایک جامع مسجد بھی ہے[3]"،

اس بیان کے کم وبیش سوا سو برس کے بعد ابن **بطوطہ** ہندوستان آتا ہے، اور محمد تغلق سلطان دہلی کی طرف سے سفیر ہوکر، چین روانہ ہوتا ہے، وہ دہلی سے دولت آباد (دکن) ہوکر کرناٹک (معبر) کی راہ سے ملیبار، کولم اور کالی کٹ پہنچتا ہے، جہان سے اس زمانہ مین جہازات چین کو روانہ ہوا کرتے تھے، جہاز تباہ ہوتا ہے اور ابن بطوطہ واپس آکر جزائر مالدیپ، سرندیپ (سیلون) اور جاوہ وغیرہ کی سیر کرتا ہے، اور پھر ملیبار آکر خشکی سے کنارہ کنارہ بنگال سے آسام ہوکر چین چلا جاتا ہے،

ابن بطوطہ ان تمام راستون مین جہان جہان مسلمانون کی آبادیان ملتی ہین یا مسلمان افراد

[1] تقویم البلدان ابوالفدا صفحہ ۵۵ ۳ مطبوعہ پیرس ۱۸۴۰ء [2] ایضاً صفحہ ۳۵۰، [3] ایضاً صفحہ ۳۶۱،

سے ملاقاتین ہوتی ہین ان سب کا تذکرہ کرتا ہے، لیکن اب یہ صاف نظر آتا ہے کہ مسلمان تاجرون کے ساتھ ساتھ مسلمان صوفیہ اور فقراء کے دستے بھی ملتے جاتے ہین، اور چونکہ ان فقراء کی ظاہری حالت ہندو جوگیون اور بدھ بھکشوون سے ملتی جلتی معلوم ہوتی ہے اس لیے عوام مین ان کے ساتھ گرویدگی اور عقیدت نمایان ہے، اور اس کا اثر اسلام کی اشاعت پر جو کچھ پڑ سکتا تھا، وہ ظاہر ہے

اس وقت سلطان دہلی کی حکومت اگرچہ گجرات کرناٹک اور دکھن تک پہنچ چکی تھی تاہم ابھی ساحلی علاقون مین اثر بہت کم تھا، اور ان جنوبی صوبون مین ہندو امراء بدستور فرمارواتھے کبھی کبھی جب وہ مجبور ہوتے تھے تو سالانہ خراج ادا کر دیتے تھے، مگر عرب تاجر اور عجمی صوفیہ برابر اپنے کاروبار مین لگے تھے، ابن بطوطہ دولت آباد اور ساگر ہوکر کھمبائت پہنچتا ہے، گویہ بندرگاہ سلطنت دہلی سے اب ملحق پاتا ہے، مگر یہان کی تمام تجارت، کاروبار، اور اثر و استیلاء، تاجرون اور جہازرانون کے ہاتھ مین نظر آتا ہے، ایک نومسلم ہندو الیاس نامی ناخدا ہے، مسلمانون کی ہر طرف کثرت ہے، تاجرونکی بنائی ہوئی مسجدین اور صوفیہ کی خانقاہین آباد ہین، کہتا ہے، کہ عمارات اور مساجد کی حیثیت سے یہ بہترین شہر ہے اور اسکا سبب یہ ہے کہ یہان کے اکثر باشندے دوسرے ملکون کے تاجر ہین، تو وہ ہمیشہ عمدہ مکانات اور خوبصورت مسجدین بناتے رہتے ہین، اور اس مین باہم مسابقت کرتے ہین، عالی شان عمارتون مین سے شریف سامری کا محل ہے، اس کے پہلو مین عظیم الشان مسجد ہے، اور ملک التجار گازرونی کا مکان ہے اور اس کے پہلو مین بھی مسجد ہے ..... شہر مین حاجی ناصر دیار بکری صوفی کی خانقاہ ہے، دوسری خواجہ اسحٰق کی ہے، جہان لنگر قائم ہے[1]"

اس شہر مین اسلام کی آبادی اور ترقی کے اس معیار کو دیکھو جو اب اس سوا سو برس مین اس کو حاصل ہو گئی، اب ہندو و نومسلم بھی جہازرانی کر رہے ہین اعزاز و دولت حاصل کر رہے ہین، خانقاہین

[1] ابن بطوطہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۸، و ۱۲۹ مطبوعہ مطبعۂ خیریہ مصر،

آباد ہین، اور لنگر خانے جاری ہین، ابن بطوطہ کھمبائت کے بعد کاوی اور گندھار پہنچتا ہے، جہان ایک ہندو راجہ جالنسی حکمران ہے، تاہم مسلمان یہان آباد ہین، اور بعض راجہ کے دربار مین داخل ہین، یہان کا ناخدا ابراہیم چھ جہاز دنکا مالک ہے، یہان ہمارا مسافر جاگر نامی جہاز پر سوار ہوتا ہے، فوقہ (یا گوگا) نام شہر مین داخل ہوتا ہے، یہان کا راجہ دنگول ہندو ہے، تاہم یہان مسلمان ملتے ہین، ایک مسجد ہے جو حضرت خضر کی طرف منسوب ہے، اور حیدری فقراء کی ایک جماعت مع اپنے شیخ کے یہان گوشہ نشین ہے، یہان سے سنگاپور پہنچتا ہے، دیکھتا ہے کہ یہان ہندو راجہ ہریب کی ماتحتی مین ایک اسلامی ریاست سلطان جمال الدین ہنوری کی قائم ہے، مسلمانون کا آباد کردہ شہر رونق پذیر ہے، اور عظیم الشان جامع مسجد ہے، جو بغدادی مسجدون کا مقابلہ کررہی ہے یہ ناخدا حسن کی بنوائی ہوئی تھی، اور سلطان جمال الدین ہنوری اسی ناخدا کا بیٹا تھا،

جزیرہ کے پاس ایک چھوٹا جزیرہ اور ہے، ہمارا سیاح جب ہان قدم رکھتا ہے تو دیکھتا ہے کہ ایک بتخانہ کی دیوار سے ٹیک لگائے، ایک جوگی مراقبہ مین مصروف ہے، آنکھین بند ہین، ابن بطوطہ نذر پیش کرتا ہے، وہ قبول نہین کرتا، اور الٹا خود کئی اشرفیان اسکو دیتا ہے، اور ایک اونٹ کے بالون کی بنی ہوئی عبا اوسکو نذر کرتا ہے، اور ابن بطوطہ کے ہاتھ سے تسبیح لیکر اس کو ملتا اور سونگھتا ہے، اور پھر آسمان کی طرف نظر اٹھا کر اشارہ کرتا ہے اور پھر قبلہ کی طرف اشارہ کرتا ہے، جہاندیدہ سیاح ان اشارون سے پالیتا ہے کہ یہ جوگی کے بھیس مین کسی مسلم صوفی کی روح ہے، جو باشندگان جزیرہ کے خوف سے اپنے اسلام کو چھپائے ہے، چلتے وقت رازدان سیاح جوگی کے ہاتھون کو بوسہ دیتا ہے، اس کے رفقائے سفر معترض ہوتے ہین، اس پر جوگی ابن بطوطہ کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے، اسکو چومتا ہے، اور مسکرا دیتا ہے، اور واپسی کا اشارہ کرتا ہے اور چپکے سے چند اور اشرفیان ہدیہ دیتا ہے، باہر آکر ابن بطوطہ جوگی کے راز کو اپنے ہمراہیون کے سامنے فاش کرتا ہے

اور کہتا ہے کہ یہ مسلمان ہے[1]،

سنگاپور سے لونکر وہ ملیبار آتا ہے، دیکھتا ہے کہ اس ملک مین چھوٹے بڑے بارہ راجہ حکومت کرتے ہین، ملک آباد ہے، ہر طرح امن وامان ہے، مسلمانون کی بڑی عزت ہے، مگر ہندو مسلمانون کے ساتھ کھاتے نہین اور نہ اپنے گھر کے اندر آنے دیتے ہین، راستہ مین دیکھتے ہین تو ہٹ جاتے ہین، مسلمان مسافرون کے لیے ہر جگہ سرائین ہین ہر جگہ مسلمانونکی آبادیان ہین[2]، سب سے پہلے جس شہر مین وہ داخل ہوا اسکا نام ابی سرور بتاتا ہے، اور کہتا ہے کہ یہ ساحل پر بندرگاہ ہے، اور یہان کے مسلمان چودھری کا نام شیخ جمعہ ہے، یہ دولتمند اور بڑا مخیر ہے، اپنی تمام دولت غریبون اور محتاجون پر صرف کرتا ہے، آگے بڑھکر پاکنور مین وہ داخل ہوتا ہے، کہتا ہے کہ یہان مسلمانون کی ایک جماعت آباد ہے، یہان کے مسلمان چودھری کا نام حسین سلاط ہے، اور یہان قاضی اور خطیب بھی ہے اور حسین کی بنوائی ہوئی ایک جامع مسجد بھی ہے، اور یہان کے راجہ کا نام باسدیو ہے، اس کے پاس تیس جنگی جہاز ہین، اور انکا کپتان مسلمان ہے، اس کے بعد وہ منگرور پہنچتا ہے، یہان فارس اور یمن کے مسلمان تاجر اوسکو ملتے ہین، یہان کے راجہ کا نام رام دیو بتاتا ہے، اور کہتا ہے کہ اس شہر مین چار ہزار مسلمان ہین، عام رعایا گو ان کے خلاف ہے، مگر راجہ تجارت کی مصلحت سے ان سے صلح رکھتا ہے، یہان کے مسلمان قاضی کا نام بدرالدین کرنا کی ہے، اور وہ یہان درس بھی دیتا ہے،

بعد ازین شہر ہیلی مین داخل ہوتا ہے یہان ایک عالیشان جامع مسجد ہے جسکی وجہ سے یہ شہر ہندؤن اور مسلمانون کے نزدیک متبرک ہے، جہاز والے اسکی نذر مانتے ہین، خطیب حسین اس کا متولی ہے اور حسین وزان یہان کا چودھری ہے، اس مسجد مین طالب علمون کی ایک جماعت ہے جنکو مسجد کے خزانہ سے وظیفے ملتے ہین، اور اس کے متعلق ایک مطبخ ہے جس سے مسافرونکو

[1] ایضاً صفحہ ۱۳۱، ۳۲۰ [2] ایضاً صفحہ ۱۲۴ و ۱۲۵

اور غریب مسلمانون کو کھانا ملتا ہے، یہان مقدشوا (افریقہ) کے ایک درویش سے ملاقات ہوئی، جو ہمیشہ
روزہ رکھتے ہین، پھر یہان سے جرتن یا گرتن پہنچا، یہان بغداد کے ایک عالم سے ملاقات ہوئی، ان کا ایک بھائی یہان
بڑا تاجر تھا، یہان کے راجہ کا نام کویل ہے، یہان سے فارس، عمان اور یمن کو جہازات جاتے ہین، یہان سے دہ پٹن
گیا، یہ بھی راجہ کویل ہی کی عملداری مین ہے، راجہ کویل کے باپ کی بنوائی ہوئی ایک جامع مسجد ہے، اور ایک عالیشان
تالاب بھی ہے، جس مین مسلمان نہاتے اور وضو کرتے ہین، یہ تالاب راجہ کویل ہی کے بزرگون مین سے کسی نے بنوایا ہے، اور
وہ مسلمان تھا، اس کے اسلام کا ایک عجیب قصہ لوگون نے سنایا، اس جامع مسجد مین ایک خاص قسم کا درخت ہے
کہتے ہین کہ ہر موسم خزان مین اس سے ایک پتہ ایسا گرتا ہے جسپر دست قدرت سے لا الہ الا اللہ لکھا ہوتا ہے، یہ پتہ جب
گرتا ہے تو آدھا مسلمان لے لیتے ہین اور آدھا ہندو راجہ کے خزانہ مین جمع ہوتا ہے، اور سخت بیماریون مین
اس سے شفا حاصل ہوتی ہے، راجہ مذکور یہ کرامت دیکھکر مسلمان ہوگیا، اور اس پر ایک جامع مسجد اور تالاب
بنوادیا، اس کے بعد راجہ کی اولاد مسلمان نہ ہوئی، اس نے اس درخت کو اکھڑوا دیا، خدا کی قدرت اس کے
بعد یہ درخت پہلے سے بھی زیادہ شاندار طریقہ سے اگ آیا، اور راجہ فوراً مرگیا،

یہان سے یہ پٹن پہنچا، یہ بھی بندرگاہ ہے اور سمندر کے کنارہ ایک مسجد ہے، جس مین مسلمان مسافر ٹھہرتے
ہین، کیونکہ یہان کوئی مسلمان نہین، یہان کے باشندے برہمن ہین، جو ہندؤن مین عالی مرتبہ ہین، اور وہ
مسلمانون سے نفرت کرتے ہین، اور اسی لیے یہان مسلمان نہین ہین، یہ ایک جامع مسجد بھی جو باقی ہے، وہ اس وجہ سے
ہے کہ ایک برہمن نے اسکی چھت خراب کردی، تو اس کے گھر مین آگ لگ گئی، جس مین وہ خود، اسکی اولاد
اور گھر کا تمام اثاثہ جل گیا، اس وقت سے ہندو اس مسجد کو متبرک سمجھتے ہین اور اس کو ڈر سے نہین چھوتے،
اس کے بعد یہان سے نکل کر بندرینا پہنچا، یہان مسلمانون کے تین محلے ہین اور ہر محلہ مین ایک مسجد ہے، اور ساحل
پر جامع مسجد ہے، اور عجب بہار پر ہے، یہان کا قاضی اور خطیب عمان کا ایک آدمی ہے، اسکا بھائی بڑا فاضل ہے،
اس کے بعد کالی کٹ مین داخل ہوا، یہان کا راجہ ہندو ہے اور سامری (زمورین) نام ہے، یہ دنیا کے

بڑے بندرگاہون مین سے ہے، چین، جاوا، سیلون، مالدیپ، یمن اور فارس کے جہازات آتے ہین، یہان کا ملک التجار
ابراہیم شاہ بندر ہے، یہ بحرین کا باشندہ ہے، قاضی کا نام فخرالدین ہے، اور یہان کی خانقاہ کے سجادہ نشین شیخ شہاب الدین
گازرونی ہین، جنکی فتوحات کی کوئی حد نہین،[1]

کالی کٹ سے کولم جانا ہوتا ہے، یہان مسلمان تاجرون کی بڑی جماعت ملتی ہے، علماء بھی ہین، اور مسلمانون کا
رئیس محمد شاہ بندر ہے، ایک تاجر کی بنوائی ہوئی ایک جامع مسجد بھی ہے، اور یہان مسلمان معزز اور محترم ہین، یہان کے
راجہ کا نام تیروری ہے، یہ مسلمانون کی بڑی عزت کرتا ہے، اور ان کے ساتھ عدل و انصاف سے پیش آتا ہے،[2]

سیلون (سرندیپ) اور مالدیپ کو ہم بہت پیچھے چھوڑ آئے ہین، اب ان پر چند صدیان گذر چکی ہین،
ہمارا سیاح اب مالدیپ پہنچتا ہے، دیکھتا ہے کہ ان جزیرون مین صرف مسلمان ہی مسلمان ہین، اور وہ نہایت
نیک اور پابند مذہب اور باایمان ہین، یہان ایک عورت سلطانہ خدیجہ بنت صلاح الدین صالح بنگالی حکمران ہے،
یہان کے لوگون کے مسلمان ہوجانے کا واقعہ یہ ہے کہ پہلے یہ سب کافر تھے، یہان ہر سال سمندر سے ایک عجیب
بلا آتی تھی، اسکا عادہ یہ تھا کہ ایک کنواری لڑکی بلیدان دیجاتی تھی، ایک دفعہ یہ واقعہ پیش آیا کہ لڑکیون پر قرعہ ڈالا
ایک بڑھیا کی لڑکی کا نام نکلا، بڑھیا سخت بیقرار ہوئی، اتفاق سے اس بڑھیا کے یہان بربر کا ایک مسلمان ٹھہرا
تھا وہ حافظ قرآن تھا، سلمان نے کہا گھبراؤ نہین مین اسکی تدبیر کرتا ہون، اس رات کو وہ مسلمان عورت
بنکر بت خانہ مین گیا، لوگ صبح کو گئے کہ اسکی لاش اٹھا لائین، دیکھا کہ وہ زندہ تلاوت قرآن مین مصروف ہے،
یہ کرامت دیکھکر لوگ سخت متحیر ہوئے، بادشاہ کو خبر ہوئی، وہ بھی آیا، سب نے اسلام قبول کیا، اور اس نے وہان
رہ کر سبکو اسلام کے آداب و احکام کی مالکی مذہب کے مطابق تعلیم دی، یہان کے جامع مسجد پر اب تک یہ عبارت لکڑی
مین منقوش ہے، کہ "سلطان احمد شنورازہ، ابوالبرکات بربری مغربی کے ہاتھ پر اسلام لایا"،[3]

یہ قصہ صحیح یا نہ ہو مگر یہ واقعہ ہے کہ جزیرۂ مالدیپ آج بھی مسلمانون سے آباد ہے، اور ایک مسلمان

[1] یہ تمام اقتباسات ابن بطوطہ جلد ۲ صفحات ۱۴۴-۱۲۳ سے ہین، [2] ایضاً صفحہ ۱۴۳، [3] ایضاً صفحہ ۱۵۲،

سلطان زیر حفاظت برطانیہ حکمران ہے، سنہ ۱۹۱۱ء کی مردم شماری مین یہان مسلمانون کی تعداد تیس ہزار تھی، یہان کے مسلمانون مین عربی النسل بکثرت ہین، اور بودھ مت کے نومسلمون کی بھی تعداد کثیر ہے جو ملک کے اصلی باشندے ہین، اسی کے قریب سرندیپ جسکو سیلون اور لنکا بھی کہتے ہین، واقع ہے، یہان بھی اسلام نے اپنا پورا دخل پیدا کرلیا، سنہ ۱۹۱۱ء کی مردم شماری مین یہان دو لاکھ مسلمان[1] تھے، یہان اسلام ابھی اپنی پرامن رفتار ترقی سے چل رہا تھا، کہ زمانہ نے تاریخ کا ورق اُلٹ دیا، اور مسلمانون کا زوال اور مسیحی یورپ کی ترقی کا آغاز ہوا، پندرہوین صدی عیسوی مین پرتگیزون نے اور پھر ڈچون نے آکر اسلام کا بیڑا غرق کردیا، اور اس وقت سے ان جزائر مین اور جنوبی ہند مین اسلام کی جگہ عیسائیت نے لے لی، اور وہ منظر آج بھی آپکے سامنے ہے،

صفحات بالا مین ہندوستان مین اسلام کے داخلہ کے تین راستون مین سے ایک راستہ کا نقشہ دکھایا گیا ہے، اور صدی بصدی اسکی ترقی کی تصویر کھینچ دی گئی ہے، دیکھ لو کہ اس تصویر مین خون کی سرخی کہین نہین جھلکتی، بلکہ اسلام اپنی سادگی، مساوات اور حقانیت سے اپنا راستہ خود صاف کرتا گیا ہے، اور نیچ ذات اور معمولی لوگون کے دلون پر قبضہ کرتا ہوا بادشاہون اور راجاؤن کے قلوب پر قابض ہوگیا ہے، ان عرب تاجرون اور درویشون کے ہاتھون مین محمود اور عالمگیر کی تلوار تھی، ان کے ذریعے جو اشاعت اسلام ان اطراف مین ہوئی اس کے طریقے حسب ذیل تھے۔

(۱) عرب تاجرون نے خود اگر اپنی نوآبادیان قائم کین یہان کی نومسلم عورتون سے انھون نے شادیان کین،

(۲) نیچ ذات کے ہندو اور ناہمن جو برہمنون کے دباؤ، ظلم، اور ترفع اور غرور سے نالان تھے، انھون نے اسلام مین آکر عزت پائی،

(۳) تاجرون کی فیاضی، اور انسانیت نوازی نے غریبون اور محتاجون کو اپنے دامن مین پناہ دی،

(۴) جو لوگ ذرا ذرا سی باتون پر اپنی ذات سے خارج کردئے جاتے تھے، وہ اسلام کی برادری مین داخل ہوتے گئے،

(۵) بہت سے لوگ اپنے بچون کو غریبی کے مارے عربون کے ہاتھ فروخت کردیتے تھے، وہ انکو لیکر اسلام کی تربیت دیکر اپنی اولاد کی طرح پالکر جوان کرتے تھے،

(۶) اسلام کی روحانی قوتون کی عجیب و غریب نشانیان انکی نگاہون سے گذرین جس نے انکو اسلام کے قبول پر مجبور کردیا،

(۷) علماء اور درویشون نے اپنی روحانی کشش کے جلوے دکھائے،

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا مین سیلون اور مالدیپ کا مضمون،

نفسیاتِ جبلّت

از

جناب مولوی منتصد ولی الرحمٰن صاحب ایم اے مددگار پروفیسر فلسفہ جامعہ عثمانیہ،

نفسیات کی صبح آفرینش سے اس وقت تک "جبلّت" کی ماہیت و اصلیت کے متعلق ماہرین کسی متفق علیہ نتیجہ پر نہین پہونچے، ہر زمانے مین اس لفظ کا اطلاق مختلف فعلیتون اور مختلف حرکات پر کیا گیا، خصوصاً شروع شروع مین تو جبلت ایک عجیب و غریب چیز تھی، فی زمانا بھی نفسیات مین خاصی ترقی ہوچکی ہے اور اس کی اصطلاحات و خیالات نے روزمرہ کی بول چال اور تحریر و تقریر مین دخل پالیا ہے، اس کا استعمال بہت مبہم طور پر ہورہا ہے، اور ہر شخص بغیر اس کے مفہوم کو سمجھے اس کو استعمال کرتا ہے، ان کے نزدیک انسان کا ہر وہ فعل جبلت پر مبنی ہوتا ہے جس مین اس نے عقل سے کام نہ لیا ہو، اور اسی کلیہ کی بنا پر حیوانات کے ہر فعل و حرکت کو جبلی کہہ دیا جاتا ہے، سیاق عبارت اور محاورۂ کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک جبلت ایک عجیب و غریب قوۃ ہوتی ہے جو دیگر انسانی قویٰ سے بالکل مختلف ہوتی ہے، یہ قوت حیوانات کو، اور بعض صورتون مین انسانون کو بھی، صرف اس وجہ سے عطا ہوئی ہے کہ ان مین یا انسانی قویٰ بالکل معدوم ہین، یا بعض حالتون مین وہ بیکار ہوجاتے ہین، جبلت کا یہ غلط استعمال صرف عوام تک ہی محدود نہین، بلکہ زمانۂ حال کے بڑے بڑے مصنفین اور فلاسفہ کو بھی اس مین دھوکا ہوتا ہے، چنانچہ اگر کوشش کیجائے تو اس قسم کی ہزارون مثالین مل سکتی ہین جہان جبلت کے مفہوم کا خون ہوا ہے۔ انگریزی ناول نویسی کے ہاتھون تو اس کی ایسی ہی مٹی خراب ہے جیسی کہ اکثر اردو افسانہ گو "جذبات" کی کرتے ہین، جس طرح اردو ناول نویسون اور فسانہ نگارون کے ہان

کھانے پینے، ہنسنے اور رونے کے جذبات ہوتے ہین، بعینہ اسی طرح انگریزی قصون ن اور کہانیون مین تمام جہان کی جبلتین ہوتی ہین، اور اصلیت یہ ہے کہ جس کیفیت کی وہ لوگ کسی طرح بھی توضیح نہین کرسکتے اوسکو جبلت کے مرعوب کن جامہ مین ظاہر کردیتے ہین،

"جبلت" کے متعلق بہت سی غلط فہمیان ہین، اور اسی وجہ سے اس کی ماہیت کے سمجھنے مین دقت ہوتی ہے، ایک عام خیال ہے کہ جبلت فعلیت کا ایک خاص اور نہایت معین طریقہ ہے، اور یہ کہ یہ حیوانات کے ساتھ مخصوص ہے، تعجب ہے کہ پروفیسر لائڈ مارگن بھی اس غلط فہمی مین مبتلا نظر آتے ہین، ان کی تصانیف "عادت اور جبلت" اور "نفسیات تطبیقی" جبلت پر تمام بحث اسی روشنی مین ہوئی ہے،

اصل مین اس غلط فہمی کا باعث یہ ہے کہ کیڑون اور ادنی درجہ کے حیوانات مین ہم صرف جبلت کے مظاہر پر غور کرتے ہین اور اسی سے یہ نتیجہ نکال لیا جاتا ہے کہ جبلت ایک مخصوص اور معین طریق کا نام ہے، اس مین شبہہ نہین کہ کیڑون وغیرہ مین ایسا ہی ہوتا ہے، لیکن اگر ہم ان کو چھوڑ کر ذرا اور اعلی فہم کے حیوانات کی جبلت پر غور کرین تو ہمارا یہ خیال غلط ثابت ہوتا ہے، کیڑون کی فعلیت کی تمام صورتین نہایت سادہ، اور اس لیے معین ہوتی ہین لیکن اعلی قسم کے جانورون مین یہ صورت نہین ہوتی ان کی جبلت کبھی اس طرح معین نہین ہوتی[1]، ان مین تربیت اور تجربہ سے تغیر آسکتا ہے، لہذا ظاہر ہے کہ ہمارا کلیہ غلط ہے اور اس کا اطلاق صرف کیڑون کی جبلت پر ہوتا ہے،

ایک دوسری غلط فہمی یہ ہے کہ افعال جبلی بغیر کسی ہیجّ (محرک) کے صادر ہوسکتے ہین، لیکن اصلیت یہ ہے کہ ہمارے جبلی افعال ماحول کے اثر سے مستغنی نہین ہوتے، کم از کم اعلی درجے کے حیوانات مین کوئی جبلت اس وقت تک ترقی پذیر نہین ہوسکتی جب تک کہ ماحول مین اس کے لیے ہیجّ نہ ہو،

[1] پروفیسر ہاب ہاؤس:- "جبلت ہمیشہ کامل نہین ہوتی، بعض بعض اوقات اس کا استعمال غلط، بیکار اور مضر طریقے سے ہوتا ہے" (نفس بحالت ارتقار) صفحہ ۷۶،

اس مین کلام نہین کہ وہ فطری امرکب اور حرکی[1] رجحانات ہوتے ہین، لیکن اس سے یہ لازم نہین آتا کہ وہ از خود صادر ہوتے رہتے ہین، برخلاف اس کے ان کے ارتقاء و بروز کے لیے عالم خارجی مین مناسب ہیجات لازمی ہوتے ہین،

تیسری غلط فہمی یہ ہے کہ ان مین شعور اور عقل کی ضرورت نہین ہوتی[2]، یہ خیال بھی درست نہین ہوسکتا ہے کہ جبلی فعلیت مین اعلی درجے کے شعور کی ضرورت نہ ہو، لیکن اس کی غیبت کو تسلیم نہین کیا جاسکتا، شعور کا وجود ان صورتون مین ظاہر ہوتا ہے جب ہمارا کوئی جبلی فعل روک دیا جائے یا اس مین کسی قسم کی رکاوٹ پیدا کیجائے، اسی طرح عقل بجائے اس کے کہ ہمارے جبلی افعال کی دشمن ہے اصل مین انکی حامی و مددگار ہوتی ہے[3]،

اسی ضمن مین اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہئے کہ ہماری تمام جبلتین پیدائش ہی کے وقت ظاہر نہین ہوتین، بلکہ آہستہ آہستہ انکا ظہور ہوتا ہے، اور صرف بالغ افراد مین اس نوع کی تمام جبلتین موجود ہوتی ہین، بلکہ ہوسکتا ہے کہ ان مین بھی وہ ترقی یافتہ نہ ہون، کیونکہ ممکن ہے کہ اس کے ماحول مین اس قسم کے ہیجات نہ ہون، جو اس کی ترقی مین ممد ہوتے، یا عضویاتی اختلافات کی وجہ بعض جبلتین کمزور یا بالکل غائب ہوگئی ہون، چنانچہ تھارن ڈائک لکھتا ہے:- "جبلت بتدریج پختہ ہوتی ہے[4]"، اور ہاب ہاؤس کا خیال ہے کہ:

"جبلت پیدائش کے وقت نامکمل ہوتی ہے، اس کی تکمیل کے لیے نشو و نما کی ضرورت ہوتی ہے[5]"

جبلت کی تعریف مختلف مصنفین نے مختلف کی ہے، اس مین اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ ان مین سے ہر ایک نے مختلف نقطۂ نظر سے اس پر بحث کی ہے، جو ماہرین نفسیات صرف "سیرت[6]" سے بحث کرتے ہین اور اسی پر تمام نفسیات کو مبنی کرتے ہین، یا جن ماہرین نے حیاتیات کی مدد سے اس کی توضیح کی کوشش

[1] معارف:- منسوب بہ طرف حرکت: [2] لائڈ مارگن لکھتا ہے:- "اگر جبلت مین عقل کی رہنمائی ہو تو وہ جبلت ہی نہین رہتی"، اور جبلت مین شعور کی حیثیت محض حاصل کی ہوتی ہے اور اس کا اس فعل پر کوئی اثر نہین پڑتا،، (نفسیات تطبیقی صفحہ ۱۲،

[3] مبادیات نفسیات صفحہ ۱۲۸ [4] نفس بحالت ارتقار صفحہ ۷۹، [5] ... [6] BEHAVIOUR

کی ہی، ان کے نزدیک جبلت اور فعل اضطراری مین کسی قسم کا فرق نہین، ان کا عقیدہ ہو کہ جس طرح ہمارا ہر فعل اضطراری ایک خلقی نظام اعصاب پر موقوف ہے، اسی طرح جبلت بھی اس نظام کی فعلیت کا نتیجہ ہے، اور جس طرح افعال اضطراری مین عقل و شعور کی ضرورت نہین ہوتی، اسی طرح افعال جبلی بھی ان سے مستغنی ہین، بلکہ ان مصنفین کے نزدیک عقل اور جبلت دو متضاد چیزین ہین جو کسی صورت ہی ایک جگہ جمع نہین ہوسکتین، یہ لوگ فعل جبلی کو فعل اضطراری کا مجموعہ مانتے ہین، ہربرٹ اسپنسر نے جبلت کو "ایک مرکب فعل اضطراری" کہا ہے، یا زمانۂ حال کے مصنفین اس کو افعال اضطراری کا سلسلہ بتاتے ہین جس مین ایک فعل اضطراری آیندہ فعل اضطراری کا باعث ہوتا ہے، اور ان تمام افعال اضطراری کا تعلق باہمی ہماری خلقی بناوٹ پر منحصر ہوتا ہے، نہ کہ فردی اکتساب پر[1]، وارن نے بچے کو دودھ پینے کی مثال دی ہے، وہ لکھتا ہے:-

"اس مین بہت سی حرکات اضطراری ہوتی ہین، سب سے پہلے بچہ چھاتی کی طرف رخ کرتا ہے، اس حرکت کا ہیج بھوک یا دودھ کی بو ہوتی ہے، اس کے بعد وہ اسکو پکڑتا ہے، اور پھر اس کو منھ مین لے جاتا ہے اور ہونٹون سے دباتا ہے اور بعد ازان چوسنا شروع کرتا ہے، اور جب دودھ منھ مین آجاتا ہے تو نگلنا شروع کرتا ہے، اس سلسلہ مین ہر ایک حرکت اضطراری آئندہ حرکت اضطراری کا ہیج بنتی ہے[2]"

اگر ہم تھوڑی دیر کے لیے یہ مان بھی لین کہ جبلی افعال، اضطراری افعال کا سلسلہ ہوتے ہین، تو سوال ہوتا ہے کہ سلسلہ کیون کر قائم رہتا ہے؟ کون سے حالات اس قسم کے ہوتے ہین جو اس سلسلہ کو جاری رکھتے ہین؟ اس کا جواب ماہرین نفسیات کا یہ گروہ اس طرح دیتا ہے:-

ہماری تمام حرکات و سکنات، ہمارے سب افکار و معتقدات، ہمارے تخیلات و ارادات غرض ہماری ہر ذہنی اور بدنی فعلیت کسی نہ کسی ہیج کا جواب ہوتی ہے، دوسرے الفاظ مین ہماری زندگی

[1] نفسیات انسانی مصنفہ وارن صفحہ ۱۰۲ (لائبریری ایڈیشن) [2] ایضاً،

اور اس کے سوانح مخصوص ہیجات کے جوابات ہین، میری آنکھ مین تنکا پڑتا ہے اور مین آنکھ بند کر لیتا ہون اس آنکھ بند کرنے کے فعل کا ہیج وہ تنکا ہے جو میری آنکھ مین پڑا تھا، یا میری آنکھ کا بند ہونا جواب ہو تنکا پڑنے کا اگر مین بیٹھے بیٹھے کسی خیال کی وجہ سے اٹھ کھڑا ہوتا ہون تو میرا کھڑا ہونا میرے خیال کا جواب ہوگا، غرض اسی طرح میرے تمام سوانح حیات مخصوص ہیجات کے جوابات ہین، اب تمام جوابات کی ایک خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ یہ کسی نہ کسی آلۂ حس کی تحریک کا باعث ہوتے ہین، مثلاً تنکا پڑنے سے میری آنکھ سے پانی نکل آتا ہو یہ پانی جہان جہان بہتا ہے وہ حسیات[1] پیدا ہوتے ہین، اور یہ حسیات پھر میرے ہاتھ کی حرکت کا ہیج بنتے ہین، اور مین ہاتھ اٹھا کر اس پانی کو پونچھ لیتا ہون، اس ہاتھ کی حرکت سے پھر حسیات حر کی پیدا ہوتے ہین، غرض ہر ایک جواب ایک نئے ہیج کا باعث ہوتا ہے، اس نئے ہیج کو اصطلاح مین "حرکت کے پیدا کردہ ہیجات[2]" کہتے ہین، ہم نے ابھی کہا ہے کہ حرکت کے پیدا کردہ ہیجات اور حرکات کے باعث ہوتے ہین، اور ان حرکات سے اور ہیجات حاصل ہوتے ہین، اور یہ ہیجات پھر اور حرکات پیدا کرتے ہین غرض اسی طرح افعال اضطراری کا ایک سلسلہ قائم ہو جاتا ہے، اور یہ سلسلہ اس وقت تک قائم رہتا ہو جب تک کہ اصلی غرض پوری نہین ہو جاتی، یا مقصد حاصل نہین ہو جاتا، اس مختصر بحث سے اب ہم بچہ کے دودھ پینے کی مثال کی توجیہ کر سکتے ہین، بچہ کو بھوک لگتی ہے یا وہ کسی اور وجہ سے مان کی چھاتی کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے، اس کو دیکھکر اس کو پکڑتا ہے، پکڑنے سے اس کو منھ مین لیجانے کی طرف مائل ہوتا ہے، منھ مین لینے سے جو حسیات ہونٹون مین پیدا ہوتے ہین وہ چوسنے کا ہیج بنتے ہین، اور چوسنے کا جواب یہ ہوتا ہے کہ دودھ منھ مین آنا شروع ہو جاتا ہے، اور پھر نگلنے کی تحریک ہوتی ہے اور اس طرح یہ تمام افعال اضطراری ایک سلسلہ مین منسلک ہو جاتے ہین، اور یہ سلسلہ اس وقت تک قائم رہتا ہو جب تک کہ وہ بچہ سیر نہین ہو جاتا، اور اسی سلسلہ کا نام "**جبلت**" ہے،

[1] Sensations [2] عام نفسیات، مصنفہ سمتھ اور گتھری صفحہ ۵۵،

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اگر جبلّت افعال اضطراری کے ایک سلسلہ کا نام ہے، تو جبلی اور فعل اضطراری مین کیا فرق ہے؟ اگر ہم کو یکے بعد دیگرے دو چھینکین آئین یا زور سے کھانسی اٹھے تو ہمارے یہ افعال اضطراری بھی مسلسل ہوتے ہین، لہذا اگر جبلّت افعال کا سلسلہ ہوتا ہے تو یہ بھی جبلت پر مبنی ہونگے، لیکن چھینک یا کھانسی کو کسی طرح بھی جبلت پر مبنی قرار نہین دیا جاسکتا، یہ افعال اضطراری ہی رہین گے، لیکن وہ کونسی خصوصیت ہے جس کی بنیاد پر ہم ان دونون مین امتیاز کرسکتے ہین؟

جبلّی اور اضطراری افعال مین ایک فرق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ فعل اضطراری سادہ اور بسیط ہوتا ہے، اور جبلّی فعل مرکّب ہوتا ہے، اسی خیال کی بنا پر اسپنسر نے جبلت کو "مرکّب فعل اضطراری" کہا ہے[1] لیکن اگر غور کیا جائے تو افعال اضطراری بھی ایک دوسرے کے مقابلے مین مرکب ہوتے ہین[2]، گرم توے کو چھوکر ہاتھ کھینچنا سادہ فعل اضطراری ہے، لیکن کھجانے مین انگلی کو بار بار کھولنا اور موندنا ایک مرکب فعل اضطراری ہے، اسی طرح نگلنا مرکب فعل اضطراری ہے، لیکن کیا ان کو جبلی کہا جاسکتا ہے؟ اسی قسم کی مثالون پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم اسپنسر کی تعریف کو قبول نہین کرسکتے، کیونکہ اس کے مطابق جبلت اور فعل اضطراری مین امتیاز ناممکن ہے،

دوسرا فرق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ فعل اضطراری غیر شعوری ہوتا ہے، اور اس کے برخلاف جبلّی افعال شعوری ہوتے ہین، یا دوسرے الفاظ مین فعل اضطراری ایک ہیج کا غیر شعوری "ردّ عمل" ہوتا ہے اور فعل جبلّی شعوری، اس مین شک نہین کہ عام طور پر ایسا ہی ہوتا ہے، لیکن اگر غور سے دیکھا جائے اور مختلف حالتون کا مشاہدہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اضطراری افعال بھی شعوری ہوسکتے ہین، اگر ان افعال مین کسی قسم کی مزاحمت نہ ہو تب البتہ یہ غیر شعوری ہوتے ہین، لیکن اگر ان مین رکاوٹین پیدا کردیجائین تو اس فعل کے کرنے کی طرف ایک شدید شعوری میلان

[1] نفسیات، مصنفہ وُڈورتھ صفحہ ۱۰۴،

اس مین کلام نہین کہ وہ فطری امرکب اور حرکی[1] رجحانات ہوتے ہین لیکن اس سے یہ لازم نہین آتا کہ وہ از خود صادر ہوتے رہتے ہین، برخلاف اس کے ان کے ارتقاء و بروز کے لیے عالم خارجی مین مناسب ہیجات لازمی ہوتے ہین،

تیسری غلط فہمی یہ ہے کہ ان مین شعور اور عقل کی ضرورت نہین ہوتی[2]، یہ خیال بھی درست نہین ہوسکتا ہے کہ جبلّی فعلیت مین اعلیٰ درجے کے شعور کی ضرورت نہ ہو لیکن اس کی غیبت کو تسلیم نہین کیا جاسکتا، شعور کا وجود ان صورتون مین ظاہر ہوتا ہے جب ہمارا کوئی جبلی فعل روک دیا جائے یا اس مین کسی قسم کی رکاوٹ[3] پیدا کیجائے، اسی طرح عقل بجائے اس کے کہ ہمارے جبلی افعال کی دشمن ہے اصل مین انکی حامی و مددگار ہوتی ہے[4]

اسی ضمن مین اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہئے کہ ہماری تمام جبلتین پیدائش ہی کے وقت ظاہر نہین ہوتین، بلکہ آہستہ آہستہ انکا ظہور ہوتا ہے، اور صرف بالغ افراد مین اس نوع کی تمام جبلتین موجود ہوتی ہین، بلکہ ہوسکتا ہے کہ ان مین بھی وہ ترقی یافتہ نہ ہون، کیونکہ ممکن ہے کہ اس کے ماحول مین اس قسم کے ہیجات نہ ہون، جو اس کی ترقی مین مد ہوتے، یا عضویاتی اختلافات کی وجہ بعض جبلتین کمزور یا بالکل غائب ہوگئی ہون، چنانچہ تھارن ڈائک لکھتا ہے: "جبلت بتدریج پختہ ہوتی ہے[5]"، اور ہابہاؤس کا خیال ہے کہ "جبلت پیدائش کے وقت نامکمل ہوتی ہے، اس کی تکمیل کے لیے نشو و نما کی ضرورت ہوتی ہے[6]"

جبلت کی تعریف مختلف مصنفین نے مختلف کی ہے، اس مین اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ ان مین سے ہر ایک نے مختلف نقطۂ نظر سے اس پر بحث کی ہے، جو ماہرین نفسیات صرف "سیرت[7]" سے بحث کرتے ہین اور اسی پر تمام نفسیات کو مبنی کرتے ہین، یا جن ماہرین نے حیاتیات کی مدد سے اس کی توضیح کی کوشش

[1] معارف: منسوب بہ طرف حرکت: [2] لائڈ مارگن لکھتا ہے: "اگر جبلت مین عقل کی رہنمائی ہو تو وہ جبلت ہی نہین رہتی"، اور جبلت مین شعور کی حیثیت محض حاصل کی ہوتی ہے اور اس کا اس فعل پر کوئی اثر نہین پڑتا،، (نفسیات تطبیقی صفحہ ۲) [3] مبادیات نفسیات صفحہ ۱۴۲ [4] نفس بحالت ارتقاء صفحہ ۹۰، [7] BEHAVIOUR

جو فوراً صادر نہ ہو سکتا ہو یا اس کا تعلق ایک ایسی غرض سے ہو جو فوراً پوری نہ ہو سکتی ہو، اور جب یہ میلان کچھ دیر کے لیے باقی رہے اور استعدادی ردِ اعمال[1] کا باعث ہو تو اس کو جبلت کہا جائیگا[2] اس کی بہترین مثال اس مرغی کی ہے جو انڈون پر بیٹھی ہوتی ہے انڈے اسکی اس فعلیت کا مہیج ہین اور وہ نہایت مستقل مزاجی کے ساتھ ان پر بیٹھی رہتی ہے، اور اگر وہ انڈے موجود نہ ہون تو وہ مضطرب اور پریشان رہتی ہے، اس کے اس میلان کا خاتمہ کسی فوری فعل سے نہین ہو سکتا، بلکہ یہ میلان کچھ دنون کے لیے مستقل ہوتا ہے،

اس وقت تک ہم نے جبلت پر ان ماہرین نفسیات کے نقطۂ نظر سے بحث کی ہے جو صرف سیرت ظاہری یا دوسرے الفاظ مین جبلت کے مظاہر تک اپنے آپ کو محدود رکھتے ہین، ہم نے دیکھ لیا کہ ان کے نزدیک جبلت ایک میکانکی فعلیت ہے، ان کے علاوہ ایک گروہ وہ ہے جو جبلت کی حیاتیات کی بنا پر توضیح کرتے ہین، عجیب بات یہ ہے کہ ان دونون طبقون کے نزدیک فعل اضطراری اور فعل جبلی مین کوئی فرق نہین، اگر کوئی فرق ہے تو صرف اس قدر کہ فعل اضطراری بسیط اور سادہ ہوتا ہے اور فعل جبلی مرکب اور پیچیدہ، ورنہ بلحاظ اصلیت و خواص دونون ایک ہی ہین،

ماہرین حیاتیات کا عقیدہ ہے کہ وہ جبلت کو نفسیات کی مدد کے بغیر واضح کر سکتے ہین، ان کے نزدیک جبلت ان خلقی خصوصیات مین سے ہے جس کی بدولت اشجار و حیوانات کی مختلف انواع اپنی ذات یا نوع کو قائم رکھ سکتے ہین، مثلاً گھونسلا بنانا پرندون کی خلقت مین ہے اور یہ اس کی ذات اور اس کی نوع کے تحفظ کا ایک طریقہ ہے، اس لحاظ سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے لیے کسی تجربہ کی ضرورت نہین ہوتی، یہ اکتسابی نہین ہوتا، پرندہ جب ایک خاص عمر کو پہنچ جاتا ہے تو بغیر کسی نمونہ یا بغیر کسی استاد کی رہبری کے وہ گھونسلا بنا لیتا ہے، اسی طرح ہر جبلی فعل مین ہوتا ہے،

[1] کسی خاص غرض کے حاصل کرنے کیلیے جو ردِ اعمال کیے جائین وہ استعدادی ردِ اعمال کہلاتے ہین مثلاً کمرے مین اندھیرا ہو اور مین ہنگ کیپ روشن کرو ن تو لیمپ روشن کرنے کے یہ میرے تمام ردِ اعمال استعدادی ہونگے، [2] نفسیات مصنفہ ووڈ ورتھ صفحہ ۱۰۹

اس لحاظ سے جبلت: نظام عصبی کا خلقی انضباط ہے جسکی بدولت وہ حیوان مناسب مہیجات کی موجودگی مین مخصوص جسمانی حرکات کرتا ہے، جیمس لکھتا ہے:-

"بلی چوہے کا تعاقب کرتی ہے، کتے سے بھاگتی ہے یا اس کا مقابلہ کرتی ہے، درختون یا دیوارون پر پھونک پھونک کر قدم رکھتی ہے، نہ اس لیے کہ وہ موت و حیات، یا ذات اور اسکے تحفظ کے تصورات سے آشنا ہے، بلکہ صرف اس لیے کہ وہ ایسا کرنے پر خلقۃً مجبور ہے، اس کی فطرت مین ہے کہ جب کبھی ایک بھاگتی ہوئی چیز جس کو عرف عام مین چوہا کہا جاتا ہے، اس کے سامنے سے گذرے، تو وہ اس کا تعاقب کرے، اور یہ کہ جب ایک بھونکنے والی چیز جس کو عوام کتا کہتے ہین، دکھائی دے تو وہ بھاگ جائے، اس کے نظام عصبی مین بہت بڑی حد تک اس قسم کے ردِ اعمال کا ایک منضبط مجموعہ ہے[1]"

لیکن اگر ہم یہ مان لین کہ جبلت نظام عصبی کا ایک خلقی انضباط ہے، تو اس کے ساتھ ہی ہم کو یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ وہ حیوان ان ردِ اعمال کے نتیجہ یا ان کی غایت سے بے خبر ہے، اس کی تمام حرکات میکانکی اور قسری ہوتی ہین، اور جب یہ صورت ہے تو اس نامعلوم غایت کو حاصل کرنے کے لیے مناسب اعمال و حرکات کا علم کیونکر ہوتا ہے؟ اس کا جواب اس طرح دیا جاتا ہے کہ جس طرح پرندکو قسام ازل کی طرف سے پر عطا ہوئے ہین تاکہ ان سے اڑنے مین مدد لے، اسی طرح اس مین انکا مناسب اور برمحل استعمال بھی ودیعت رکھا گیا ہے، ان کو اس بات کی ضرورت نہین پڑتی کہ وہ کسی سے مدد لیکر ان کے طریق استعمال کو سیکھین یا دوسرے الفاظ مین ان کو استعمال کرنے کے لیے اس کو کسی قسم کی مشق یا تمرین یا اکتساب کی ضرورت نہین ہوتی، چنانچہ سپلینڈنگ نے اس کے متعلق اس طرح تجربہ کیا کہ چند پرندون کے بچے لیکر ان کو الگ الگ پنجرون مین بند کرکے الگ الگ مقام پر رکھا،

[1] ٹیکسٹ بک آف سائیکالوجی صفحہ ۳۹۱

جہان وہ کسی اور پرندے کو اڑتا ہوا نہیں دیکھ سکتے تھے، اور نہ خود اپنے بازؤن کو پھڑپھڑا سکتے تھے، ایک دن جب ان کے پورے پر نکل آئے تو ان کے پنجرون کا دروازہ کھول دیا اور وہ فوراً نہایت کامیابی کے ساتھ اڑتے ہوئے غائب ہوگئے، اسی قسم کے اور تجربون سے معلوم ہوا ہے کہ حرکت جبلی یا فعل جبلی خلقی ہوتا ہے نہ کہ اکتسابی،

اس کے علاوہ ماہرین حیاتیات کے اس عقیدہ سے ایک بات یہ بھی لازم آتی ہے کہ اس نوع کے تمام افراد مین جبلی حرکات ایک ہی طرح کی ہوتی ہین، ان مین کسی قسم کا اختلاف نہین ہوتا، اور اسی واسطے اگلے وقتون کے مصنفین کا بھی یہی خیال تھا، لیکن ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ جبلی حرکات مین تجربہ کی وجہ سے تغیر آجاتا ہے، اس کے علاوہ خلقی طور پر بھی ان مین اختلاف ہوتا ہے، چیونٹیون کے ایک گروہ کو اگر سرسری طور پر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ سب کی سب ایک ہی طریقہ سے اپنے انڈے بچون کی نگہداشت کرتی ہین، لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان مین سے ہر ایک کا طریق کار مختلف ہوتا ہے، اور یہ اختلاف ڈارون کے نظریۂ مبدء نوع کے لیے لازمی ہے کیونکہ وہ جبلت مین کچھ نہ کچھ تغیر و اختلاف اور اس اختلاف کا توارث انتخاب طبعی کے لیے لازمی ہے[1]۔

مختصر یہ کہ ہم نے جبلت پر دو مختلف پہلوؤن سے بحث کی اور دونون کے نتائج بہت کچھ تسلی بخش نہ نکلے، دونون مین کسی نہ کسی قسم کا سقم پایا گیا، دونون بعض سوالات کے جوابات مہیا کرنے سے قاصر رہے، اور دونون کی روسے فعل اضطراری اور فعل جبلی مین امتیاز ناممکن ہوا، لیکن جبلت پر صرف ان ہی دو پہلوؤن سے بحث نہین ہوسکتی، ماہرین نفسیات کا وہ طبقہ جو نفسیات کے مطالعہ باطن پر مبنی سمجھتا ہے، جبلت کو اس قدر سہل الفہم اور سادہ خیال نہین کرتا، ان کے افعال جبلی بھی ایک خاص نفسی عمل کا نتیجہ ہوتے ہین، وہ ہر نفسی عمل کی طرح ان کے بھی تین اجزا، لائیفنگ ہوتے ہین، وقوتی حسّی، یا مرکزی اور

[1] مبدء نوع باب ہفتم،

موجود ہوتا ہے، اگر ہم گرم لوہے کو ہاتھ لگائین اور ارادۃً ہاتھ کو اس سے الگ نہ کرین یا کوئی اور شخص ہمارا ہاتھ تھام لے تو ہمارا میلان ہر لحظہ اسی طرف ہوگا کہ ہاتھ کھینچ لین، اس حالت مین ہمارا یہ فعل شعوری ہے لیکن صرف شعوری ہونے کی وجہ سے اس کو جبلی نہین کہا جاسکتا،

جبلت اور فعل اضطراری مین اگر کوئی فرق بیان ہوسکتا ہے تو وہ یہ ہے کہ بالعموم فعل اضطراری ایک فوری ردعمل ہوتا ہے، مہیج کے ظاہر ہوتے ہی یہ بھی صادر ہوجاتا ہے، اور فوراً ختم ہوجاتا ہے، اس کے مقابلہ مین جبلت مین فوری ردعمل نہین ہوتا، بلکہ یہ ایک مستقل میلان ہوتا ہے، جو ایک خاص مہیج کا نتیجہ ہوتا ہے، اور اس کے ساتھ ایسی غرض وابستہ ہوتی ہے جو فوراً پوری نہین ہوسکتی، مثلاً پرندون مین گھونسلا بنانے کی جبلت ہوتی ہے، ان کے افعال و حرکات پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کا مہیج مخصوص عضویاتی اور موسمی تغیرات ہوتے ہین، اور غرض بچون کی حفاظت، لیکن یہ غرض اس قسم کی نہین ہوتی جو فوراً پوری ہوجائے اس کے پورا ہونے مین دیر لگتی ہے،

اس تمام بحث کے بعد اب ہم جبلت کی ماہیت بیان کرسکتے ہین، اگر ایک مہیج ایک ردعمل کا باعث ہو اور وہ ردعمل فوراً ختم ہوجائے تو اس فعل کو اضطراری کہا جائیگا، بشرطیکہ اس مہیج اور اس کے جواب مین فطری تعلق[2] ہو، اس کے برخلاف اگر مہیج ایک ایسے ردعمل کی طرف میلان کا باعث ہو

[1] نفسیات، مصنفہ وڈورتھ صفحہ ۱۰۹۔ [2] تعلق کے فطری ہونے کی تخصیص اس وجہ سے کی گئی ہے کہ یہی تعلق محض عارضی اور فرضی ہوسکتا ہے، اور اس طرح بھی مہیج فوراً ردعمل کا باعث ہوتا ہے، اور یہ ردعمل فوراً ختم ہوجاتا ہے، اسکی بہترین مثال ریل مین ملتی ہے، ڈرائیور گارڈ مین سمجھوتا ہوتا ہے کہ سبز جھنڈی دیکھکر انجن چلائے، چنانچہ جھنڈی دیکھتے ہی انجن کی بھاپ کو کھول دیتا ہے، یا ہم ٹیلیفون کی گھنٹی سنتے ہی ٹیلیفون سے کان لگا دیتے ہین، ان دونون صورتون مین مہیج اور جواب کا تعلق فطری نہین، بلکہ فرضی اور عارضی ہے، اس کے برخلاف بچے کے پاؤن مین سوئی چبھوئے وہ اپنا پاؤن کھینچ لیگا، وجہ یہ ہے کہ یہان مہیج اور جواب مین تعلق فطری ہے، اس کو اضطراری فعل کہا جائیگا، پہلی دو مثالون کو ردعمل سادہ کہتے ہین، حالانکہ ان مین بھی فعل اضطراری کی تمام خصوصیات موجود ہین، لیکن صرف تعلق کے فطری نہ ہونیکی وجہ سے انکا شمار فعل اضطراری مین نہین ہوتا،

جو فوراً صادر نہ ہو سکتا ہو یا اس کا تعلق ایک ایسی غرض سے ہو جو فوراً پوری نہ ہو سکتی ہو، اور جب یہ میلان کچھ دیر کے لیے باقی رہے اور استعدادی ردِ اعمال[1] کا باعث ہو تو اس کو جبلت کہا جائیگا[2] اس کی بہترین مثال اس مرغی کی ہے جو انڈون پر بیٹھی ہوتی ہے انڈے اسکی اس فعلیت کا مہیج ہین اور وہ نہایت مستقل مزاجی کے ساتھ ان پر بیٹھی رہتی ہے اور اگر وہ انڈے موجود نہ ہون تو وہ مضطرب اور پریشان رہتی ہے، اس کے اس میلان کا خاتمہ کسی فوری فعل سے نہین ہو سکتا، بلکہ یہ میلان کچھ دنون کے لیے مستقل ہوتا ہے،

اس وقت تک ہم نے جبلت پر ان ماہرین نفسیات کے نقطۂ نظر سے بحث کی ہے جو صرف سیرت ظاہری یا دوسرے الفاظ مین جبلت کے مظاہر تک اپنے آپ کو محدود رکھتے ہین، ہم نے دیکھ لیا کہ ان کے نزدیک جبلت ایک میکانکی فعلیت ہے، ان کے علاوہ ایک گروہ وہ ہے جو جبلت کی حیاتیات کی بنا پر توضیح کرتے ہین، عجیب بات یہ ہے کہ ان دونون طبقون کے نزدیک فعل اضطراری اور فعل جبلی مین کوئی فرق نہین، اگر کوئی فرق ہے تو صرف اس قدر کہ فعل اضطراری بسیط اور سادہ ہوتا ہے اور فعل جبلی مرکب اور پیچیدہ، ورنہ بلحاظ اصلیت و خواص دونون ایک ہی ہین،

ماہرین حیاتیات کا عقیدہ ہے کہ وہ جبلت کو نفسیات کی مدد کے بغیر واضح کر سکتے ہین، ان کے نزدیک جبلت ان خلقی خصوصیات مین سے ہے جس کی بدولت اشجار و حیوانات کی مختلف انواع اپنی ذات یا نوع کو قائم رکھ سکتے ہین، مثلاً گھونسلا بنانا پرندون کی خلقت مین ہے اور یہ اس کی ذات اور اس کی نوع کے تحفظ کا ایک طریقہ ہے، اس لحاظ سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے لیے کسی تجربہ کی ضرورت نہین ہوتی، یہ اکتسابی نہین ہوتا، پرندہ جب ایک خاص عمر کو پہنچ جاتا ہے تو بغیر کسی نمونہ یا بغیر کسی استاد کی رہبری کے وہ گھونسلا بنا لیتا ہے، اسی طرح ہر جبلی فعل مین ہوتا ہے،

[1] کسی خاص غرض کے حاصل کرنے کیلیے جو ردِ اعمال کیے جائین وہ استعدادی ردِ اعمال کہلاتے ہین مثلاً کمرے مین اندھیرا ہو، اس مین کھڑکی پر رکھے ہوئے لیمپ کو روشن کرنے کے لیے میرے تمام ردِ اعمال استعدادی ہونگے، [2] نفسیات مصنفہ ووڈورتھ صفحہ ۱۰۹

اس لحاظ سے جبلت: نظام عصبی کا خلقی انضباط ہے جسکی بدولت وہ حیوان مناسب مہیجات کی موجودگی مین مخصوص جسمانی حرکات کرتا ہے، جیمس لکھتا ہے:-

"بلی چوہے کا تعاقب کرتی ہے، کتے سے بھاگتی ہے یا اس کا مقابلہ کرتی ہے، درختون یا دیوارون پر پھونک پھونک کر قدم رکھتی ہے، نہ اس لیے کہ وہ موت و حیات، یا ذات اور اسکے تحفظ کے تصورات سے آشنا ہے، بلکہ صرف اس لیے کہ وہ ایسا کرنے پر خلقۃً مجبور ہے، اس کی فطرت مین ہے کہ جب کبھی ایک بھاگتی ہوئی چیز، جس کو عرف عام مین چوہا کہا جاتا ہے، اس کے سامنے سے گذرے، تو وہ اس کا تعاقب کرے، اور یہ کہ جب ایک بھونکنے والی چیز جس کو عوام کتا کہتے ہین، دکھائی دے تو وہ بھاگ جائے، اس کے نظام عصبی مین بہت بڑی حد تک اس قسم کے ردِ اعمال کا ایک منضبط مجموعہ ہے[1]"،

لیکن اگر ہم یہ مان لین کہ جبلت نظام عصبی کا ایک خلقی انضباط ہے، تو اس کے ساتھ ہی ہم کو یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ وہ حیوان ان ردِ اعمال کے نتیجہ یا ان کی غایت سے بے خبر ہے، اس کی تمام حرکات میکانکی اور قسری ہوتی ہین، اور جب یہ صورت ہے تو اس نامعلوم غایت کو حاصل کرنے کے لیے مناسب اعمال و حرکات کا علم کیونکر ہوتا ہے؟ اس کا جواب اس طرح دیا جاتا ہے کہ جس طرح پرند کو قسام ازل کی طرف سے پر عطا ہوئے ہین تاکہ ان سے اڑنے مین مدد لے، اسی طرح اس مین انکا مناسب اور برمحل استعمال بھی ودیعت رکھا گیا ہے، ان کو اس بات کی ضرورت نہین پڑتی کہ وہ کسی سے مدد لیکر ان کے طریق استعمال کو سیکھین، یا دوسرے الفاظ مین ان کو استعمال کرنے کے لیے اس کو کسی قسم کی مشق یا تمرین یا اکتساب کی ضرورت نہین ہوتی، چنانچہ سپلینڈنگ نے اس کے متعلق اس طرح تجربہ کیا کہ چند پرندون کے بچے لیکر ان کو الگ الگ پنجرون مین بند کرکے الگ الگ مقام پر رکھا،

[1] ٹیکسٹ بک آف سائیکالوجی صفحہ ۳۹۱

جہان وہ کسی اور پرندے کو اڑتا ہوا نہین دیکھ سکتے تھے، اور نہ خود اپنے بازؤن کو پھڑپھڑا سکتے تھے، ایک دن جب ان کے پورے پر نکل آئے تو ان کے پنجرون کا دروازہ کھول دیا اور وہ فوراً نہایت کامیابی کے ساتھ اڑتے ہوئے غائب ہوگئے، اسی قسم کے اور تجربون سے معلوم ہوا ہے کہ حرکت جبلی یا فعل جبلی خلقی ہوتا ہے نہ کہ اکتسابی،

اس کے علاوہ ماہرین حیاتیات کے اس عقیدہ سے ایک بات یہ بھی لازم آتی ہے کہ اس نوع کے تمام افراد مین جبلی حرکات ایک ہی طرح کی ہوتی ہین، ان مین کسی قسم کا اختلاف نہین ہوتا، اور اسی واسطے اگلے وقتون کے مصنفین کا بھی یہی خیال تھا، لیکن ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ جبلی حرکات مین تجربہ کی وجہ سے تغیر آجاتا ہے، اس کے علاوہ خلقی طور پر بھی ان مین اختلاف ہوتا ہے، چیونٹیون کے ایک گروہ کو اگر سرسری طور پر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ سب کی سب ایک ہی طریقہ سے اپنے انڈے بچون کی نگہداشت کرتی ہین، لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان مین سے ہر ایک کا طریق کار مختلف ہوتا ہے، اور یہ اختلاف ڈارون کے نظریۂ مبدء نوع کے لیے لازمی ہے کیونکہ وہ جبلت مین کچھ نہ کچھ تغیر و اختلاف اور اس اختلاف کا توارث انتخاب طبعی کے لیے لازمی ہے[1]۔

مختصر یہ کہ ہم نے جبلت پر دو مختلف پہلؤن سے بحث کی اور دونون کے نتائج بہت کچھ تسلی بخش نہ نکلے، دونون مین کسی نہ کسی قسم کا سقم پایا گیا، دونون بعض سوالات کے جوابات مہیا کرنے سے قاصر رہے، اور دونون کی رو سے فعل اضطراری اور فعل جبلی مین امتیاز ناممکن ہوا لیکن جبلت پر صرف ان ہی دو پہلؤن سے بحث نہین ہو سکتی، ماہرین نفسیات کا وہ طبقہ جو نفسیات کے مطالعہ باطن پر مبنی سمجھتا ہے، جبلت کو اس قدر ناقابل تفہیم اور سادہ خیال نہین کرتا، ان کے افعال جبلی بھی ایک خاص نفسی عمل کا نتیجہ ہوتے ہین، اور ہر نفسی عمل کی طرح ان کے بھی تین اجزا، لاینفک ہوتے ہین، وقوفی، حسی، یا مرکزی اور

[1] مبدء نوع باب ہفتم۔

حرکی یا ارادی، دوسرے الفاظ مین ہر جبلی فعل مین ایک چیز کا ادراک ہوتا ہے، اس کے متعلق ایک خاص کیفیت پسندیدگی یا ناپسندیدگی کی ہوتی ہو اور اس کی طرف کشش یا اس سے نفرت ہوتی ہے، ان کے خیال کے مطابق ہر فعل جبلی ایک نفسی طبعی عمل ہوتا ہے جس مین نفسی اور طبعی دونون قسم کے تغیرات ہوتے ہین،

لیکن ہمارے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ ہر ایک جبلی فعل مین یہ تینون خصوصیات ہوتی ہین؟ اس کا جواب پروفیسر میکڈوگل[1] نے یہ دیا ہے کہ فعل جبلی کے حصۂ وقوفی کو ہم اس بنا پر فرض کرتے ہین کہ اس مین بھی تحریک، عصبی دماغ کے ان حصون سے گذرتی معلوم ہوتی ہے جن کی تحریک حسیات کا باعث ہوتی ہے، اسی طرح حصۂ حسی کے وجود کو اس طرح معلوم کرتے ہین کہ وہ جانور ہمیشہ احساس (Feeling) اور جذبی تحریک آثار ظاہر کرتا ہے، اور حصۂ حرکی تو ظاہر ہے کیونکہ ہر جبلی فعل مین ایک غایت کو حاصل کرنے یا انجام تک پہنچنے کی سعی پیہم کیجاتی ہے، اس تمام تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ فعل جبلی ایک میکانکی عمل کی طرح ایک میکانکی رکاوٹ سے ختم نہین ہوجاتا، بلکہ اس مین کسی قسم کی مزاحمت سے ارادہ مین اور شدت پیدا ہوجاتی ہے، ختم یہ صرف اس صورت مین ہوتا ہے جب اسکی غایت پوری ہوجاتی ہے، یا جب کوئی مخالف العمل میلان ظاہر ہوجاتا ہے یا جب وہ جانور اپنی ہی کوشش مین ناکام رہے اور اس طرح کوشش کرتا کرتا بالکل تھک جائے، اگر ہم ایک گیند کو پھینکین تو گیند کی یہ حرکت میکانکی حرکت ہے، اس حرکت کو نہایت آسانی کے ساتھ اس طرح ختم کیا جاسکتا ہے کہ اس کے راستہ مین پتھر رکھدیا جائے، لیکن بلی کے شکار حاصل کرنے مین حرکات اس قسم کی نہین ہوتین، اگر اس وقت بلی کے راستے مین کسی قسم کی رکاوٹ پیدا کردیجائے تو اس سے وہ بلی شکار کرنے کی کوشش سے باز نہ آئیگی، بلکہ اس کوشش مین اور شدت ہوجائیگی، ان تمام حرکات کا خاتمہ صرف اس صورت مین ہوسکتا ہے جب وہ شکار کو پکڑلے، یا اس کے پکڑنے مین باوجود سخت کوشش کے ناکام رہے،

[1] نفسیات عمرانی صفحہ ۲۷،

ان تمام خصوصیات کو مدنظر رکھکر پروفیسر میکڈوگل نے جبلت کی تعریف اس طرح کی ہے کہ یہ

"وہ متوارث فطری نفسی طبعی میلان ہوتا ہے جو صاحب میلان کو مجبور کرتا ہے کہ وہ ایک خاص قسم کی اشیا کو دیکھے اور انکی طرف توجہ کرے، اور ان کو دیکھکر ایک خاص جذبی کیفیت محسوس کرے اور ایک خاص طریقے سے اس کے متعلق عمل کرے یا کم از کم وہ اس قسم کے فعل کی طرف مائل ہو"[1]

اصلیت یہ ہے کہ میکڈوگل کی تعریف ضرورت سے زیادہ پیچیدہ اور الجھی ہوئی ہے، اس تعریف کا صریحًا مطلب یہ ہے کہ ہر فعل جبلی کے ساتھ کوئی نہ کوئی جذبہ ہوتا ہے، لیکن آگے چل کر وہ خود تسلیم کرتا ہے کہ اکثر جبلتین اس قسم کی ہوتی ہین جن کے ساتھ کوئی معین جذبات نہین ہوتے یا کم از کم جذبات کے پیدا کرنے مین اُن کو بہت کم اہمیت ہے[2] لیکن اگر میکڈوگل کی تمام بحث کو بنظر غائر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے نزدیک "فطری نفسی طبعی میلان" جبلت کا جوہر ہے،

ہم پہلے کہہ آئے ہین کہ فعل اضطراری اور فعل جبلی مین اساسی فرق ہوتا ہے، بعض مصنفین اس فرق کو ظاہر کرنا یا اس کو تسلیم کرنا ہی غیر ضروری خیال کرتے ہین، ان کے نزدیک جبلی افعال، اضطراری افعال کے مجموعہ ہوتے ہین، حالانکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جبلی افعال مین عقل کا دخل

---

[1] نفسیات عمرانی صفحہ ۲۹، [2] ایضًا صفحہ ۴۲ واقعہ یہ ہے کہ میکڈوگل نے اپنے نظریۂ جبلت اور نظریہ جذبات کو بری طرح گڈمڈ کیا ہے، اس مین کلام نہین کہ جذبات احساسات کا مجموعہ ہوتے ہین، اور جبلی افعال کے ساتھ متعلق ہوتے ہین لیکن اس سے یہ کس طرح لازم آتا ہے کہ ہر فعل جبلی کے ساتھ ایک مخصوص اور معین جذبہ ہوتا ہے، یا اس کے ساتھ کوئی جذبہ ہوتا بھی ہے، بہرکیف اس کا نظریۂ جذبات بھی ایک جدت کیساتھ جس کا مطالعہ خالی از دلچسپی نہ ہوگا، ملاحظہ ہو نفسیات عمرانی صفحہ ۴۴ و مابعد، واٹسن کا بھی بعینہ یہی خیال ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے "غالبًا ہر ہیج جو ایک مخصوص جبلی فعل کا باعث ہوتا ہے ایک ہی وقت مین جذبی کیفیت مین بھی تغیر پیدا کرتا ہے، بظاہر یہ آسان معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہان لین کہ ایک جذبہ بغیر کسی ظاہری جبلی جواب کے ظاہر ہو سکتا ہے لیکن یہ مان لینا مشکل ہے کہ ایک جبلی فعل بغیر کسی قسم کی جذبی فعلیت کے صادر نہین ہوتا" (نفسیات، ایک سیرتی کے نقطۂ نظر سے، صفحہ ۲۳۱)

ہوتا ہے اور اس کے جاری رکھنے کے لئے عقل کی طرف سے مدد ہوتی ہے، اس سلسلہ مین لفظ "عقل" کے مفہوم مین دلچسپی، توجہ، حرکات کا تغیر بلحاظ اس کے کہ نتائج تسلی بخش ہین یا غیر تسلی بخش، اور تجربہ سے فائدہ اٹھانے کی قابلیت یہ تمام باتین شامل ہین، اور برخلاف اس کے فعل اضطراری مین عقل کے ان اجزا مین سے کوئی بھی موجود نہین ہوتا، فعل اضطراری ایک ہیج کا فوری جواب ہوتا ہے، لہذا اس مین دلچسپی یا توجہ یا کسی اور چیز کی گنجائش ہی نہین ہوتی، اور فعل جبلی جو ایک فعل کی طرف میلان ہوتا ہے اس لیے اس کی کچھ بقا ہوتی ہے، یہ کچھ عرصہ تک باقی رہتا ہے،

ہماری حرکات اضطراری اس قسم کے ہیج کا جواب ہوتی ہین جو ایک واضح حس کے باعث ہوتی ہے، اور اس کے ساتھ ہی ایک شدید کیفیت احساسی بھی ہوتی ہے، لیکن یہ لازمی نہین کہ اس قسم کی حس ہمیشہ پیدا ہو، آنکھ مین تنکا پڑ جانے سے ہم اپنی آنکھ بند کر لیتے ہین لیکن آنکھ بند کرنے سے کوئی واضح حس پیدا نہین ہوتی، اس کے برخلاف چھینکنے مین ایک نہایت واضح حس ہوتی ہے، ان مثالون مین قابل غور بات یہ ہے کہ جس صورت مین واضح حس ہوتی بھی ہے، وہان یہ حس اس فعل پر کسی قسم کا اثر نہین کرتی، بلکہ یہ اس ہیج کا نتیجہ ہوتی ہے، اس کے برخلاف جبلی افعال مین جیسا کہ ہم پہلے کہہ آئے ہین، یہ حسیات بہت اہم ہوتی ہین[1] یہی اس فعل مین رہنمائی کرتی ہین، اور ان ہی کے مطابق تمام فعلیت کا انضباط ہوتا ہے، یہ حسیات بے اثر اور بے فائدہ نہین ہوتین، مثلًا بلی چوہے کا شکار کرنے بیٹھتی ہے، اس حالت مین تمام ارتسامات حسی جو اسکو وصول ہوتے ہین، اسکی فعلیت کی تشکیل کے لیے لازمی ہین، ان پر توجہ کیے بغیر یا ان سے اثر پذیر نہ ہونے کی صورت مین مطلب حاصل نہین ہو سکتا اگر وہ ان ارتسامات کی طرف سے غافل ہو جائے یا انکے مطابق اپنی فعلیت کو منضبط نہ کرے تو وہ چوہا پکڑنے پر قادر نہین ہو سکتی،

اس کے علاوہ اگر ہم ایک حیوان کی فعلیت جبلی پر غور کرین تو معلوم ہوتا ہے کہ اس فعلیت مین

---

[1] منیوئل آف سائیکالوجی مصنفہ اسٹارٹ صفحہ ۲۴۳

شروع سے لیکر آخر تک توجہ کی ظاہری علامات وخصوصیات پائی جاتی ہین، اس مین آلۂ حس کا انضباط ہوتا ہے اور از ابتدا تا انتہا انتظار اور آیندہ ارتسامات کی تلاش ہوتی ہے، دوسرے الفاظ مین یہ تمام تغیرات اس لیے کیے جاتے ہین کہ غایت کو حاصل کرنے مین آسانی ہو، یہ ایک تیاری ہوتی ہے جو مطلب برآری کے لیے لازمی ہوتی ہے، لیکن اس کے مقابلہ مین فعل اضطراری مین اس قسم کی تیاری کی ضرورت نہین ہوتی، یہ ہیج کے ظاہر ہوتے ہی صادر ہوجاتا ہے، بعینہ اس طرح جس طرح بندوق کا گھوڑا دباتے ہی بندوق چل جاتی ہے، جب تک یہ خاص ہیج ظاہر نہین ہوتا اُس وقت تک وہ حیوان بالکل منفعل رہتا ہے، پرندون کے گھونسلا بنانے کی فعلیت پر اگر غور کیا جائے تو تمام باتین واضح ہوجاتی ہین، وہ اپنے آلۂ حس کا انضباط کرتا ہے، بعض ہیجات کے اثر کو قبول کرتا ہے اور بعض کو نظر انداز کردیتا ہے، خاص خاص تنکون اور چیزون کی اس کو تلاش ہوتی ہے، اور ان کی تلاش مین وہ سرگردان پھرتا ہے، غرض اس مین توجہ کی تمام خصوصیات موجود ہوتی ہین، اس کے برخلاف، لوہے کو ہاتھ لگا کر کھینچنا ایک فعل اضطراری ہے اور اس مین یہ تمام باتین مفقود ہوتی ہین،

افعال جبلی کی ایک اور نمایان خصوصیت ہے جس کو پروفیسر لائڈ مارگن نے "ثبات قدم یا استقلال باختلاف مساعی"[1] کہا ہے، اگر ایک خاص طریق کار ایک خاص نتیجہ پیدا کرنے مین ناکام رہتا ہے تو اس مین اس وقت تک تبدیلیان کیجاتی ہین جس وقت تک وہ مطلوب نتیجہ پیدا نہین ہوجاتا، مثلاً مسٹر اور مسز پیکہم کا ایک مشاہدہ ڈاکٹر اسٹاؤٹ نے بیان کیا[2]، وہ لکھتے ہین:-

"ایک خاص نوع کی بھڑ کی عادت ہوتی ہے کہ جب اس کا چھتہ مکمل ہوجاتا ہے تو وہ اس کے راستہ کو مٹی سے بند کردیتی ہے، چنانچہ ایک موقعہ پر ایک بھڑ کو اسی مقصد کے لیے کسی موزون چیز کی تلاش ہوئی، وہ باہر نکلی اور ایک پتے کو کھینچنا چاہا، لیکن نہ کھینچ سکی

[1] نوٹ بک سائیکولوجی مصنفہ اسٹاؤٹ صفحہ ۷۰ [2] حیات حیوانی اور عقل صفحہ ۵۸ [3] مینوئل آف سائیکولوجی صفحہ ۳۴۶،

اس کے بعد اس نے ایک کنکر کا انتخاب کیا، لیکن وہ بھی اس کے لیے بڑی تھی، اس کے بعد اس نے مٹی کا ایک ڈھیلا اوٹھایا لیکن یہ اُسکو پسند نہ آیا، آخر کار اُس نے ایک اور سوکھا ہوا پتہ اٹھایا اور جا کر اس سے سوراخ بند کردیا،" (ملخصاً)

ظاہر ہے کہ جن افعال وحرکات مین یہ خصوصیات پائی جائین اور جن کے لیے عقل وشعور کی مدد لازمی ہو، ان کو ہم صرف خلقی انتظامات پر مبنی قرار نہین دے سکتے، اور کسی طرح یہ تسلیم نہین کرسکتے کہ اس خلقی انتظام کی وجہ سے ایک خاص ہیج خاص حرکات کا باعث ہوتا ہے، ہم نے دیکھ لیا کہ جبلی افعال مین مساعی کی تجدید اور ان کا اختلاف ہوتا ہے، حرکات وسکنات مین موقع ومحل کے مطابق خاص خاص تغیرات اور انضباطات ہوتے ہین، خاص خاص چیزون کی طرف توجہ کیجاتی ہے، اگر ہم ان افعال کو خلقی نظام پر موقوف تسلیم کرلین تو ان تمام کی گنجایش باقی نہین رہتی، اس مین شک نہین کہ یہ نئے انضباطات ایک حد تک نظام عصبی کے موروثی ترکیب پر منحصر ہوتے ہین، لیکن اس کی بنا پر تمام واقعات کی توجیہ نہین کیجاسکتی، اور انہی تمام بیانات کی بنا پر ہم فعل اضطراری اور فعل جبلی کو متحد النوعیت اور مشترک الماہیت قرار نہین دیسکتے

(باقی)

عظیم آباد پٹنہ کے غیر معروف کتبخانے

مولوی محمود بشیر صاحب

عظیم آباد پٹنہ بھی ہندوستان کے ان مشہور شہرون مین سے ہے، جو کبھی علم و فن کے مرکز تھے، اور علمار اور قدر دان علم امرار کی کثرت تھی، اب بھی شرفار کے ہر پرانے گھرانے مین بوسیدہ قلمی اوراق کا ایک بے ترتیب ذخیرہ ملے گا، یہ انمول ذخیرے اب ردیون کے بھاؤ بازارون مین بک جاتے ہین، پٹنہ مین قلمی کتابون کی ارزانی کا یہ حال ہے کہ نواب محمد حسن خان جو جناب سرفراز حسین خان (ممبر اسمبلی) کے اپنے خالہ زاد بھائی تھے، کا پورا کتب خانہ چند سو روپئے مین بک گیا، اور فی کتاب کی قیمت آٹھ آنون سے زیادہ نہ مل سکی، تھوڑے دن کی بات ہے کہ ایک مطلا قرآن، جو نہایت خوشخط تھا، تیس روپیہ مین بھی نہ بک سکا، خدابخش خان مرحوم کے کتب خانہ مین حکومت کے سیکڑون روپئے ماہوار خرچ ہوتے ہین لیکن وہان بھی کتابونکی خریداری نہین ہوتی ہے اور صرف اس کوشش مین وقت صرف کیا جاتا ہے کہ مفت ہاتھ آئین، مجھے خود بوستان کا ایک مکمل نسخہ ایک روپیہ مین مل گیا ہے اور بیچارہ بیچنے والا دعا دیتا ہوا چلا گیا، کتابین بہت سے ایسے ہندو خاندانون مین بھی جمع ہین، جو گذشتہ زمانہ مین اسلامی تمدن سے آشنا تھے، یہان پہلے ہندو امرار عربی اور فارسی مین کامل دستگاہ رکھتے تھے، لیکن اب ان کے خاندان مین الف اور بے بھی کوئی نہین پہچانتا، ہمارے دیکھتے دیکھتے یہان کے ہندو خاندانون پر ہندی نے قبضہ کر لیا ہے، مسلمان امرار کے یہان بھی کتابین بہت موجود ہین، لیکن اب امرار کے لڑکے فارسی اور عربی کی طرف نظر بھی نہین اٹھا کر دیکھتے، عموماً خاندانون مین انگریزی چڑھ گئی ہے اور بہت سے خاندان مین جہالت کی وجہ سے کتابون کی طرف سے بے التفاتی برتی جاتی ہے اور کبوتر دن، پتنگون اور دوسرے دوسرے خرافات مین زندگی بسر کیجاتی ہے،

جو خاندان علم و فضل مین نہایت ممتاز رہ چکے ہین، ان کا بھی رویہ فارسی، اردو، اور عربی کی قلمی کتابونکی طرف سے نہایت غیر تشفی بخش ہے، خود مین اپنے خاندان کا ایک پر لطف قصہ بیان کرتا ہون، ہمارے پچا مرحوم کو جو ایک بیرسٹر تھے اور جنکی قابلیت اُن کے ساتھیون مین نہایت مشہور تھی، انسائکلوپیڈیا کی خریداری مین تھوڑے سے روپیے کی ضرورت ہوئی آخر انھون نے فیصلہ کیا کہ فارسی اور عربی کی پرانی کتابون سے لائبریری کو خالی کرین، انھون نے مدرسہ کے مولویون کو بلا کر کتابین دکھائین اور دو سو روپیہ کا مطالبہ کیا بیچارے مدرسین کے پاس ڈیڑھ سو روپیہ سے زیادہ نہ تھا، اور یہ معاملہ ہمارے خاندان کی خوش قسمتی سے طے نہ ہو سکا، اسی لائبریری مین ہمارے خاندان کا بہترین خزانہ ہے اور ہمارے آبا و اجداد کے اپنے ہاتھون کے لکھے ہوئے بہت سے قلمی نسخے ہین، یہ واقعہ اکثر جگہ ہوا ہوگا، خاندان کے بہترین خزانے لٹا دئے گئے ہین، صوبۂ بہار کی آب و ہوا بھی کتابون کے لیے کچھ مفید نہین ہے اور چونکہ کتابونکی طرف سے بے التفاتی برتی جاتی تھی اور بچانے کا مصالحہ کسی کو اب معلوم نہین ہے، اس لیے کتابین آئے دن برباد ہوتی جا رہی ہین، اگر فوراً کتابون کو نقل نہ کر لیا گیا تو بہت سی نایاب کتابین ہمیشہ کے لیے دنیا سے ناپید ہو جائنگی، اگر نقل مین بہت خرچ کی ضرورت ہے تو کم سے کم فہرست کی تیاری مین ہاتھ لگایا جائے، اور کتب خانون کے مالکون کو کتابون کی قیمت سے آگاہ کرنا چاہیے، میرا تو خیال ہے کہ اگر یورپ کے کتب خانون کے لیے یہ کتابین خرید لیجائین تو بہتر ہے، ناظرین کو تعجب ہوگا کہ مین اپنے ملک سے باہر کتابون کو کیون بھیجنا چاہتا ہون، اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ یہ کتابین ہندوستان مین خریدی نہین جائنگی تو بہتر ہے کہ کہین بھی محفوظ رہین، کیڑون کے پیٹ سے بہتر، امریکہ انگلستان، فرانس اور اطالیہ کے کتب خانے ضرور ہین، شاید جب ہندوستان مین اقبال کا دور دورہ ہو تو یہ کتابین یہان واپس آجائین، یہان کے امرار سے یہ بھی امید نہین کہ وہ اپنے اس خزانہ کو بھی کسی قومی لائبریری کو عطا کر دین، ہان اگر حضور گورنر خود چٹھی لکھدین تو کتابین آپسے آپ بھیجدیجائنگی، اب مسٹر گیسٹ کے ایسا علم دوست گورنر ملنا مشکل ہے، اس لیے اس کی بھی کوئی امید نہین ہے کہ کتابین صوبہ کے

میوزیم ہال مین جمع کردیجائین، گورنر موصوف نے سنسکرت اور ہندی کی کتابون کو بہت جمع کرایا ہے اور ہندو راجگان سے بہت سے چندے اس کام کے لیے جمع کئے گیے تھے، اگر حضور موصوف اردو، فارسی اور عربی کی کتابون کے لیے اپنی توجہ کو مبذول کرتے تو بہت سی کتابین جمع کرلیجا سکتی تھین،

خدابخش خان مرحوم نے کتابونکو حاصل کرنے مین اتنی مستعدی دکھلائی تھی کہ بعض مرتبہ لین دین کے معمولی اصولون کو بھی آپنے نظرانداز کردیا تھا، مین نے جب اپنے ایک ہندو دوست سے فہمایش کی کہ وہ اپنے یہان کے نادر نسخون کو خدابخش خان لائبریری مین بھیجدین تو انھون نے اپنے والد کے ایک وصیت کا تذکرہ کیا جس مین انھین حکم دیا گیا تھا کہ "گنگا مائی کے سپرد کردینا، لیکن وکیل صاحب کی لائبریری مین نہ بھیجنا"

یہان کے ہر خاندان مین کم سے کم ایک دو قلمی کتاب ضرور ملے گی جب ہم اور ہمارے دوست جناب قاضی عبدالودود صاحب اسی کوشش مین گھوم رہے تھے، تو اکثر خاندانون سے اس مسئلہ پر گفتگو کا موقع ملا، عموماً یہ حضرات اپنی لائبریری سے ناواقف تھے اور ہم لوگون کے بے حد اصرار پر جب وہ لائبریری کے کمرہ مین تشریف لیجاتے تو انھین اپنے یہان کے جواہر ریزے کی خبر ہوتی تھی، ہمارا خیال ہے کہ پٹنہ مین ابھی دس ہزار قلمی کتابین موجود ہین اور ان مین اکثر ایسی نادرالوجود ہین جو بڑی لائبریریون مین بھی نہین ملین گی،

سردست عظیم آباد کے مندرجہ ذیل بڑے کتب خانے ہمین معلوم ہین،

(۱) **کنور جگدیش**، جو سکھون کی سب سے بڑی عبادتگاہ کے پاس ہرمندل کی گلی مین رہتے ہین ایک بہت بڑے کتب خانہ کے مالک تھے، کنور موصوف کے آبا و اجداد فارسی اور عربی کے ماہرین مین گذرے ہین اور ان لوگون کے متعلق شاہی باورچی خانہ کا انتظام تھا، آپکے یہان دہلی دربار کی بہت سی کتابون کا ذخیرہ تھا، مین نے جدو ناتھ سرکار کو ان سے روشناس کردیا تھا اور پروفیسر موصوف بھی ان کتابون کی بہت تعریف کرتے تھے، جس وقت ہم لوگ وہان گیے تھے تو کتابین نوکرخانہ کی الماریون مین ڈھیر تھین اکثر قرآن سونے اور چاندی کے حروف مین لکھے ہوئے مین نے خود دیکھے ہین، حاشیہ پر اکثر کتابون کے

زعفران سے مینا کاری کیگئی تھی، ایک کتاب مین دہلی کے تمام عمال کا روزنامچہ تھا اور بیگمات کا نام بنام تذکرہ تھا، کنور موصوف نے اپنی تمام کتابون کو صادقپور کے کسی حکیم کو دیدیا، ابھی تک مجھے حکیم صاحب کا پتہ نہین لگا ہے، خدا کرے وہ اچھے ہاتھون مین پہنچ گئی ہون،

(۲) **مولوی نظر الرحمٰن** صاحب کا کتب خانہ بھی گمنامی مین پڑا ہوا ہے، مولوی صاحب سر علی امام کے بڑے داماد ہین، اور پٹنہ کے بہت بڑے رئیس، مولوی صاحب موصوف کو اپنی زمینداری کے اشغال سے بہت کم وقت کتابون کے ملاحظہ کا ملتا ہے، پہلے ان کی کتابین اُن کے موضع پر تھین خود مین نے اکثر ان سے درخواست کی کہ کتابین خدابخش خان لائبری کو دیدیجائین لیکن انھون نے صاف انکار کردیا، پھر مین نے بانکی پور مین منگا لینے کے لیے کہا، الحمد للہ کہ یہ درخواست منظور ہوئی اور وہ اب ان کے کمرہ کو زینت بخشتی ہین بہت سی کتابین ضایع ہوچکی ہین، لیکن اب انشاءاللہ امید ہے کہ ضایع نہین ہونگی، اگر مولوی صاحب نے اجازت دی تو مین ایک فہرست اوسکی شایع کردونگا، اور مشہور کتابون کے متعلق ریویو لکھوانے کی کوشش کرونگا، دیکھیے اس مین کہانتک کامیابی ہوتی ہے،

(۳) **نواب گدڑی** کا بھی کتب خانہ شہرۂ آفاق تھا، اب ان کے صاحبزادون مین یہ کتابین تقسیم ہوگئی ہین، اگر اس خاندان کے کمسن حضرات مثلاً جناب میان صاحب، جناب مبارک علی صاحب (ممبر کونسل) جناب عباس علی صاحب (ممبر کونسل) کوشش کرین تو بہت سے نادر نسخے دستیاب ہون، کاش تھوڑی سی کاوش کرکے کتابون کی فہرست بنا لیجائے تو بھی غنیمت ہے،

(۴) **رائے جگدیش بہادر**، مہراج گھاٹ کے یہان بھی شاہی وقت کی بہت سی کتابین ملین گی، رائے صاحب رائے شتاب رائے کے خاندان کے رکن کہلاتے ہین اور مین نے خود ان کے یہان ایک تلوار دیکھی ہے جس مین لا الہ الا اللہ لکھا ہوا تھا، یہ ان کے خاندان کا بہترین ورثہ سمجھا جاتا ہے، رائے صاحب نے ہم سے تذکرہ کیا تھا کہ جب رائے شتاب رائے کو گنگا مین ڈوبانے کے لیے انگریز چلے

تو انھون نے برجستہ اشعار کہے ہین اور یہ اشعار ان کے پاس موجود ہین،

(۵) **ڈیانوان**، جو پٹنہ سے دس میل پر واقع ہے، وہان بھی ایک نہایت قیمتی لائبریری موجود ہے لیکن اوس کے متعلق بھی دنیا کو کچھ علم نہین ہے حالانکہ اس کے موجودہ مالک ایک روشن خیال اور تعلیم یافتہ بزرگ ہین، امید ہے کہ جناب سرور اپنی لائبریری سے دنیا کو باخبر رکھنے کی کوشش کرین گے،

(۶) **پھلواری شریف**، کا کتب خانہ صوبہ کا یکتا کتب خانہ ہے، یہ سجادہ صرف تصوف یا روحانیات کا سرچشمہ ہی نہین رہا ہے بلکہ یہان علم وفضل کی گرم بازاری بھی رہی ہے، اس سجادہ پر حضرت فرد سے یگانہ شاعر اور حضرت مجیب سے جید عالم بھی گذرے ہین، موجودہ سجادہ نشین مولٰنا شاہ بدرالدین مدظلہ نہایت روشن خیال بزرگ ہین، معلوم نہین آپنے اپنے یہان کے کتب خانے کی کوئی مکمل فہرست تیار کرائی ہے یا نہین، ضرورت ہے کہ وہان کی قلمی کتابون سے ملک کو روشناس کیا جائے، بزرگان خانقاہ کی توجہ سے امید ہے کہ وہان کتابین نہایت حفاظت سے رکھی جاتی ہونگی کیونکہ غالب اور راسخ کے خطوط بھی آج تک وہان محفوظ ہین،

(۷) **نواب احمدرضا** صاحب سنگی دالان کے یہان بھی ایک بہت بڑا کتب خانہ موجود ہے، لیکن ہم لوگون کی بدقسمتی سے یہ بہت دور ایک دیہات مین پڑا ہوا ہے، جناب نواب صاحب سے ہم لوگون نے درخواست کی کہ کتابین یہان منگالی جائین، لیکن ناکامیابی ہوئی معلوم نہین کتابون کا کیا حشر ہو رہا ہوگا

(۸) میری نظر سے کتابین مولوی حفیظ صاحب رئیس صدر گلی، مولوی فصیح احمد صاحب رئیس لودی کٹرہ، جناب قاضی عبدالودود صاحب کی بھی گذری ہین، انشاء اللہ تعالٰی آیندہ بعض کتابون کے متعلق استفسار کرکے پبلک مین ان کے متعلق اپنے معلومات پیش کرونگا، ہمارے یہان بھی تھوڑی سی کتابین بچ گئی ہین، بہت سی وصلیان تو مین نے زمین مین سے نکالی ہین، بعض بہت نادر الوجود ہین،

ایک نسخہ کشاف کا ۶۳۶ھ کا لکھا ہوا ہے، کاغذ مین حیرت انگیز پائداری ہے اور روشنائی مین غضب کی چمک یہ نسخہ نجوان مین لکھا گیا تھا، تین تین سو کتابین اور علوم وفنون کی بھی ہین، ایک سفرنامہ اعتصام الدین کا ہے یہ سفیر بنکر جارج سویم کے یہان شاہ دہلی کی طرف سے گیے تھے اور اگر یہ کتاب شائع ہوجائے تو بہت سی تاریخی غلطیان دور ہوجائین، آجکل یہ نسخہ مولٰنا ابوالکلام کے پاس ہے،

(۹) اخیر مین یہ تذکرہ کیے بغیر نہین رہ سکتا کہ یہان ایک مارواڑی تاجر "جیلان" نامی عربی اور فارسی کی پرانی کتابون کو جمع کر رہے ہین، مین بابو صاحب کی کوٹھی پر حاضر ہوا آپنے قلعہ کی مشہور تاریخی عمارت کو خرید لیا ہے اور دو لاکھ لگا کر پوری مرمت بھی کر ڈالی ہے، ان کے پاس پرانی اشیاء کا بہترین ذخیرہ موجود ہے کتابین ابھی بیس پچیس سے زیادہ نہین ہین لیکن جو کتاب ہے وہ نادر ہے، ایک قرآن تین انچ لمبا اور ڈیڑھ انچ چوڑا نہایت باریک حروف کا قلمی ہے، ایک قرآن کل تیس صفحات پر مشتمل ہے مین اُن کے پورے ذخیرے پر مضمون لکھنے والا ہون، کاش یہان کے مسلمان روسا اس سے سبق لین اور کاش وہ اپنی پوری کوشش پر اتنی بھی رقم قیمت خرچ کرتے جتنی بابو صاحب ایک کتاب پر خرچ کرتے ہین، مین نے سنا ہے کہ انھون نے قرآن مجید کا صرف ایک نسخہ تیرہ ہزار روپیہ مین کلکتہ سے منگایا ہے، آپکے پاس تصویرون، سکون اور تمام پرانی اشیاء کا بہترین ذخیرہ ہے،

مین نے ان اوراق مین اپنی صرف چند روز کی کوششون کا حال لکھا ہے اگر دوسرے حضرات پٹنہ اور نواحی پٹنہ یا بہار کے کتبخانون پر قلم اٹھائین تو مجھ سے بہت زیادہ لکھ سکتے ہین، کیونکہ اس خطہ مین ہر شہر اور ہر دیہات کے ہر شریف اور خاندانی آدمی کے پاس دو ایک بھی قلمی کتاب ضرور ہے، اور انکی مجموعی تعداد خدا بخش خان مرحوم کے کتبخانہ سے سہ چند ہوجائیگی، کاش انکی فہرست ہی یکجا ہوجاتی اور وہ خدا بخش خان لائبریری مین محفوظ رہتی تاکہ اہل علم کے لیے ان کی طرف مراجعت کرنا ممکن ہوتا یہ ایک عظیم الشان علمی کام ہے، اور دارالمصنفین کو ادھر توجہ کرنا ضرور ہے،

معارف: ہمارے دوست نے دارالمصنفین کو جس فرض کی طرف متوجہ کیا ہے وہ اس کی طرف ہمہ تن متوجہ ہے، کتابونکی خریداری کے لیے وہ کم از کم ایک ہزار سالانہ خرچ کرتا ہے، مگر ظاہر ہے کہ یہ رقم

دار المصنفین کی بساط کو دیکھتے ہوئے گو کسی قدر زیادہ ہو، لیکن ضرورت کے مقابلہ مین یہ بہت کم ہے، اگر اس مدمین کافی روپیہ ہمارے پاس ہو تو اس سے بہت زیادہ کیا جاسکتا ہے،

ہمارے دوست یہ سنکر خوش ہونگے کہ عظیم آباد پٹنہ کے رقبہ کے اندر **دیسنہ** کے نوجوانون نے یہ عزم کیا ہے کہ وہ اپنے بزرگون کے پرانے اندوختہ کو محفوظ رکھین گے، چنانچہ وہ بوسیدہ اوراق کو جمع کررہے ہین، ترتیب دے رہے ہین، اور انکو مرمت، اصلاح اور جلد بندی کے بعد اپنے "کتبخانۂ اصلاح" مین محفوظ کررہے ہین، اُن کی علیحدہ فہرست بھی انھون نے ترتیب دی ہے،

علم الکلام

مولنا شبلی مرحوم کی وہ مشہور تصنیف جس مین علم الکلام کی تاریخ اور اس کے عہد بعہد کی ترقیان اور تدریجی رفتار اور ہر دور کے اکابر متکلمین کے مسائل و مجتہدات پر تبصرہ، مدت ہوئی کہ ناپید ہوگئی تھی، اب مطبع معارف نے نہایت عمدہ کاغذ پر اہتمام کے ساتھ چھاپا ہے، قیمت ۶؍

حیات امام مالک

امام مالک کے سوانح، مدینہ کی علمی مجلسین، صحابہ اور تابعین کا علمی انہماک، حدیث کی تدوین، مدینہ کی فقہ، اسلاف کے اخلاق و سیرت اور حدیث کی پہلی کتاب موطا کی خصوصیات اس کتاب مین نظر آئین گی، قیمت ۸؍

"منیجر"

مترجمات

فینلینڈ مین عربی زبان

مترجمہ: مولوی ابوالحسنات ندوی

دنیا کی دوسری قومونکی طرح عرب بھی اپنے عہد ماضی کی یاد تازہ کررہے ہین، زمانۂ سابق مین ان کا تمدن، انکی تہذیب، ان کے علوم و فنون جن ممالک تک پھیلے تھے اور جس طرح پھیلے تھے، اوسکی تفصیل و تشریح کررہے ہین، ذیل کا مضمون اسی قسم کی کوشش کا نتیجہ ہے اصل مضمون فینلینڈ کے ایک صاحب قلم نے لکھا ہے لبنان (شام) کے رہنے والے رشید باکون تومادیو المعلوف نے جو فینلینڈ کی سیر و سیاحت کی غرض سے وہان گئے تھے اس کا عربی مین ترجمہ کیا، یہ ترجمہ شام کے مشہور علمی رسالہ مجلۃ المجمع العلمی العربی مین شایع ہوا، ہم نے اس کا ترجمہ اسی عربی مضمون سے کیا ہے،

(ابوالحسنات ندوی)

سرزمین فینلینڈ بحر منجمد کے شمال سے بحر بالٹک کے جنوب تک، اور مشرقی روس سے سویڈن کے مغربی حصہ تک پھیلی ہوئی ہے اس ملک کے باشندونکی تعداد تیس لاکھ سے کچھ زیادہ ہے، سودم انکی ملکی زبان مین فینلینڈ کا نام ہے جس کی طرف انتساب کے ساتھ وہ اپنے تئین سودمی کہتے ہین، یہان کے تمام باشندے مسیحی مذہب رکھتے ہین،

یہان کی زبان یورپ کی تمام زبانون مین ہنگری زبان کے سوا اور کسی کے ساتھ کوئی مناسبت نہین رکھتی، لیکن اس کے صرفی قواعد تمامتر ترکی زبان کے صرفی قواعد سے مشابہ ہین، حالانکہ ان دونون زبانون کے الفاظ مین قطعاً کوئی مناسبت و مشابہت نہین ہے،

لیکن ایک عرب کے لیے سب سے زیادہ تعجب انگیز اس ملک مین خالص عربی نامونکا مقبول عام ہوناہے، مثلاً یہان بکثرت مردون کے نام سالم، عمرا اور علی وغیرہ اور عورتون کے نام عدلہ، سلمیٰ، سلیمی، لیلیٰ اور فریدہ وغیرہ ہین، اس مین کوئی شبہہ نہین کہ سنہ ۱۱۵۷ء سے پہلے یعنی جب سے یہ ملک حکومت سوئڈن کے قبضہ مین آیا، اس ملک کے ساتھ عربون کے تجارتی تعلقات قائم تھے جسکی شہادت وہ عربی سکے دیتے ہین جن پر خط کوفی مین تحریرین ہین اور یہ سکے آج تک اس ملک کے پایہ تخت ہیلسنگفورس کے عجائب خانہ مین محفوظ ہین، اور ان چیزون مین سے جو اس ملک کے ساتھ عربون کے تجارتی تعلقات کو ثابت کرتی ہین، وہ چاندی کے چھ سو سکے ہین جو کوہستان [illegible] کے علاقہ مین پائے گیے ہین، یہ سکے جو تھپڑیلے کوئلے کی ایک کان مین چھپے ہوئے تھے بہ ترتیب دوسری تیسری اور چوتھی صدی ہجری کے سکے ہین یہ سکے ابھی سنہ ۱۹۱۱ء کے موسم سرما مین پائے گئے ہین،

سنہ ۱۸۰۹ء مین سوئڈن کی حکومت کا خاتمہ ہونے کے بعد روسی حکومت کا علم اس پر سایہ فگن ہوا لیکن سنہ ۱۹۱۷ء مین جب روس مین فتنہ و فساد شروع ہوا اور روسی حکومت کمزور ہو گئی تو اس کمزوری کے زمانہ مین قیصر کے چنگ استبداد سے جو مظلوم و مغلوب ممالک آزاد ہوے ان مین سے ایک ملک فنلینڈ بھی ہے، اس آزادی و استقلال کے بعد یہان جمہوری حکومت قائم ہو گئی،

گذشتہ چند سال مین فنلینڈیون نے یورپ کی اکثر قومون پر جسمانی ریاضتون اور اولمپی کھیلون مین اپنا تفوق ظاہر کیا ہے چنانچہ ان کھیلون مین انکا مقابل انگریزون اور امریکنون کے سوا اور کوئی نہین فنلینڈیون نے ان کھیلون مین تنوع بھی پیدا کیا ہے،

علوم و فنون کے ساتھ فنلینڈیون کو بیحد شغف ہے اس لیے انکی آبادی کا ایک چھوٹا سا گاؤن بھی ایسا نہین ہے جہان متوسط یا ابتدائی درجہ کا مدرسہ نہ ہو، سب سے اعلیٰ درسگاہ اور علمی مرکز ان کا کالج ہے جسکی بنیاد خاص پایہ تخت مین سنہ ۱۶۴۰ء مین پڑی تھی، اسی کالج مین وہ عربی زبان و فنون کی تعلیم حاصل کرتے ہین، اور روز بروز جس طرح دیگر علوم و فنون مین ترقی کر رہے ہین عربی لٹریچر کے ساتھ بھی انکا شغف و انہماک بڑھتا جاتا ہے،

اس سلسلہ مین سب سے زیادہ مستحق ذکر مرحوم جارج اوجسٹ ولین ہین جنھون نے گذشتہ صدی مین عربی زبان کی تعلیم کی مستقل شاخ اس کالج مین قائم کی تھی، اس واقعہ سے پہلے فنلینڈی علما عربی زبان کی صرف اتنی تعلیم کے لیے اہتمام کرتے تھے جتنی کہ عبرانی توراۃ کے متن کے سمجھنے مین انھین مدد دیتی تھی، لیکن مرحوم جارج ولین ان مین سب سے پہلے شخص تھے جنھون نے اس زبان مین پوری مہارت حاصل کی بدقسمتی سے یہان اُن کے بعد اس مین انکا کوئی صحیح جانشین پیدا نہ ہوا،

سنہ ۱۸۱۱ء مین پروفیسر جارج ولین فنلینڈ کے مغربی جزائر آلینڈ مین پیدا ہوے، اور فنلینڈ کے مذکورۂ بالا کالج مین تحصیل علم کی تکمیل کی، اور وہین لاطینی زبان مین ایک کتاب لکھی جس کا نام متقدمین عرب اور متاخرین کے لب و لہجہ مین اہم فرق ہے، یہان سے سنہ ۱۸۳۶ء مین روس گیے اور پایہ تخت مملکت روس کے پٹرسبرگ کالج مین داخل ہو کر خاص عربی زبان کی تکمیل کرتے رہے انھون نے اس کالج کے پروفیسر عربی شیخ طنطاوی سے اچھی طرح استفادہ کیا، شیخ طنطاوی کی تحریک و تشویق سے ان مین عربی کی نشر و اشاعت کی سرگرمی پیدا ہوئی یہانتک کہ خود ان ممالک تک پہنچکر تکمیل عربی کا جذبہ پیدا ہوا جہان عربی زبان ملکی زبان ہے، سنہ ۱۸۴۳ء مین وہ فنلینڈ سے روانہ ہوے اور اس زمانہ کے ان مشکلات سفر کی جو ریلون اور جہازون کے نہ ہونے کی وجہ سے پیش آتی تھین، انھون نے کوئی پروانہ کی، سب سے پہلے وہ مصر آئے، یہان سے انھون نے وہابیون کے مقبوضہ علاقون (نجد، عسیر، یمامہ وغیرہ) کا سفر کیا، پھر بغداد، اصفہان، بصری اور دمشق کی سیاحت کی ان تمام اطراف مین وہ چھ برس تک رہے، انھون نے بدوی طرز زندگی انکی زبان اور لب و لہجہ اُن کے عادات و اخلاق کو سیکھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی پوری کوشش کی، ان اطراف ملک کی طبعی اور جغرافی حالات کا غور سے مطالعہ و استقصا کرتے رہے، پروفیسر مرحوم نے اس سفر مین اپنے ساتھ دواؤن اجڑی بوٹیون اور دوسرے آلات طبیہ کا کافی ذخیرہ ساتھ لے لیا تھا، وہ طب اور فن معالجہ سے واقف تھے اس لیے ان کو قبائل عرب مین بڑی ہردلعزیزی حاصل ہو گئی، شیوخ قبائل اُنکی بڑی عزت کرتے تھے، خود پروفیسر

مرحوم کو بھی ان سے اتنی محبت و یگانگت ہو گئی کہ انھون نے ان لوگون کا طرز معاشرت، عادات و اخلاق یہان تک وضع لباس بھی اختیار کر لیا، اور نہ صرف اتنا ہی بلکہ اپنا نام بھی بدلکر عبد الولی رکھا، اور مرتے دم تک اپنے کو عبد الولی ہی لکھتے رہے،

۱۸۵۰ء اور ۱۸۵۱ء مین وہ لندن مین مقیم اور بلاد عرب کا جغرافی نقشہ کھینچنے مین شریک رہے، اس کے بعد ۱۸۵۱ء مین اپنے ملک کے ہیلسنگفورس کالج مین عربی زبان کے پروفیسر مقرر ہوئے، کالج مین نوجوانان فنلینڈ کی بڑی جماعت انکی بے نظیر عربی دانی سے فائدہ اٹھانے اور عربی کی تحصیل و تکمیل کے لیے پہلے تو بڑی ہمت اور نشاط شباب کے ساتھ اٹھی لیکن افسوس ہے کہ پروفیسر ممدوح کی موت ۱۸۵۲ء کے بعد انکی تمام سرگرمیان بالکل ٹھنڈی پڑ گئین، مرحوم پروفیسر کو ہیلسنگفورس کے ایک قدیم مقبرے مین دفن کیا گیا، اور ان کی قبر پر ایک پتھر مین صرف ان کا نام "عبد الولی" عربی رسم خط مین کھدوایا گیا، ہیلسنگفورس کالج مین آج تک انکی ایک تصویر موجود ہے اس مین وہ اسی عربی ملبوس مین ہین جو برابر پہنا کرتے تھے یعنی عمامہ، قبا اور پٹکا،

پروفیسر عبد الولی نے اپنے ہاتھ سے ابن الفارض کا قصیدہ حائیہ جس کا مطلع "او میض برق بالابیرق لاح" ہے، اس کی شرح (از شیخ عبد الغنی النابلسی) کے ساتھ لکھا اور لاطینی زبان مین اس کا ترجمہ کر کے ہیلسنگفورس کے سنگی مطبع مین چھپوا کر شایع کیا تھا، پروفیسر مرحوم نے اپنے شاگردون کی آسانی کے لیے اپنی طرف سے بھی اس پر حواشی و تعلیقات لکھے تھے، اس کے علاوہ انکی اور بھی عربی تحریرین ہیلسنگفورس کالج کے کتبخانہ مین موجود ہین اگر موقع ہوا تو انشاءاللہ ہم ان کو بھی ناظرین کی خدمت مین پیش کرینگے، لیکن ان مین سب سے زیادہ قابل ذکر انکی روزمرہ کی یادداشتین ہین جو وہ اپنے سفر بلاد عرب کے دوران مین لکھا کرتے تھے اس مین وہ تمام عجیب و غریب اور دلچسپ واقعات جمع ہین جو ان کو اثنائے سفر مین پیش آیا کیے، یہ یادداشتین پانچ جلدون مین انکی موت کے بعد شایع ہوئی ہین، اس مین کوئی شبہہ نہین کہ آج تک ان کا مطالعہ سرد ملک کے باشندون کے دلون مین عرب کی گرمی محبت اور ان خوبصورت ممالک کے سفر و سیاحت کا مزید شوق پیدا کرتا ہے

فنلینڈ کے رہنے والے پروفیسر عبد الولی سے پہلے فنلینڈ کے ساتھ عربون کے قدیم تعلقات، یہان کے تمدن و اخلاق پر عربون کے اثرات اور اپنے آبا و اجداد کے آداب و تہذیب مین عربونکی تاثیرات کو بالکل بھول گئے تھے، اور اس قدر بیگانہ بنگئے تھے کہ عربون کے تمدن و تہذیب اور ان کے ملک کے حالات تک سے قطعًا ناآشنا تھے البتہ عربون کے جو ضمنی تذکرے توراۃ اور انجیل مین آگئے ہین ان سے کسی حد تک واقف تھے، لیکن پروفیسر عبد الولی ہی تھے جنھون نے اپنی قوم مین عربون کے اخلاق و عادات اور انکی تہذیب و تمدن کی یاد تازہ کی، اور اب فنلینڈ کی قوم مین عربون کے تمدن و اخلاق اور انکی زبان کے قبول عام کا یہ حال ہے کہ حال مین ایک فنلینڈ کے انجنیر نے ایک کشتی بنائی جو دوسری کشتیون سے مقابلہ کے موقع پر سرعت رفتار مین سب سے اول آئی اس کا "الطیر" نام رکھا،

افسوس ہے کہ پروفیسر عبد الولی کے شاگردون مین کوئی ان کا صحیح جانشین نہین ہوا، بعضون نے تو ان کے بعد عربی کے ساتھ دلچسپی لینا قطعًا چھوڑ دیا اور بعضون نے صرف اس قدر عربی حاصل کی جس قدر کہ توراۃ عبرانی سمجھنے اور پروفیسر تلکویسٹ کی ہدایت و رہنمائی مین بابل اور اشور کی اینٹون کی تحریرین پڑھنے کے لیے کافی ہوئی، ہان ملک بھر مین چند اشخاص نے انکی طرف توجہ کی اور عربی مین مہارت تامہ حاصل کرنے کے لیے ہمت و نشاط اور پوری جد و جہد سے کام لیا مثلًا ادیفانی جیا آفندی تلکرین جنھون نے اسکی تحصیل و تکمیل مین اپنی پوری ہمت و کوشش صرف کی، انھون نے حال مین ایک کتاب لکھی ہے جس مین وہ تمام عربی الفاظ جمع کر دیے ہین جو اسپینی زبان مین پائے جاتے ہین، اس کتاب مین اندلسی عربون کے حالات، اسپین پر ان کے اثرات، ان کے تمدن و تہذیب، علوم و فنون، اخلاق و عادات اور رسم و رواج سے متعلق بہت سے مفید معلومات ہین،

یہ ہماری زبردست توقع ہے کہ اہل فنلینڈ نے علوم و فنون اور تمدن و تہذیب کی تکمیل مین یورپ کے مقابلہ مین جیسی غیر معمولی سرگرمی دکھائی ویسی ہی سرگرمی عربی زبان و فنون کی تحصیل و تکمیل اور اپنے ملک

مین اس کی توسیع واشاعت مین بھی دکھائینگے تاکہ علوم وفنون مین بے نظیر ترقی کا جو درخت انھون نے لگایا ہے عنقریب اُس کا لذیذ ترین ثمر حاصل کرسکین، ہماری اس توقع کے لیے ایک فال نیک روسی مقبوضات سے تاتاریون کا ترک وطن کرکے فنلینڈ مین اقامت پذیر ہونا بھی ہے، کیونکہ ان مہاجر مسلمانون کو شعائر دین اسلامی کی حفاظت اور اپنے مذہبی فرائض کے ادا وتکمیل کے لیے اس بلیغ زبان کی تحصیل کی لازمی ضرورت ہے اور اس ضرورت کے مطابق ان مین صریح جذبہ وولولہ موجود ہے، اس لیے اُن کی یہ آمد اس ملک مین عربی زبان کی وسعت وترقی کا بہترین ذریعہ ہوگی،

یوحنا ہیتینین کرسکو فنلینڈ ہی،

تلخیص و تبصرہ

فن جراحت کی حیرت انگیز ترقی

موجودہ عہد مین فن جراحت کی ترقی نے اس کے عملی نتائج کو بالکل معجزہ کی صورت مین پیش کیا ہے، آج سے سو برس پہلے فن جراحت صرف فصد اور معمولی پھوڑون کے چیرنے پھاڑنے تک محدود تھا، یورپ نے دوسرے فنون کی طرح اسکو بھی ترقی دی اور گذشتہ پچیس تیس سال کے اندر اس کو بہت زیادہ نمایان وسعت وترقی حاصل ہوئی، لیکن جنگ عظیم کے زمانہ سے آج تک جو ترقی اس فن مین ہوئی اس نے اسکو اعجاز کی حد تک پہنچا دیا ہے، ڈاکٹر میتشیل سمعان (مصر) ابھی جرمنی اور اسٹریا مین ایک سال تک رہ کر آئے ہین، انھون نے اسٹریا مین اس فن کے جو حیرت انگیز نتائج عمل دیکھے ان مین سے بعض کو الہلال مصر مین شائع کیا ہے، وہ لکھتے ہین،

(۱) وائنا کے ایک شفاخانہ مین قیدخانہ سے ایک قیدی بھیجا گیا جس کے پیٹ مین شدید درد ونفخ تھا اور قے بھی ہوتی جاتی تھی، طبی معائنہ اور قیدی کے بیان سے معلوم ہوا کہ بریموس ٹیرول کے بکس کے اسکریو کا قبضہ اور سرڈین (ایک قسم کی انگریزی مچھلی جو ڈبون مین بند ہوتی ہے) کا ڈبہ کھولنے کا آلہ نگل گیا ہے، مریض قیدی نے اعتراف کیا کہ اس نے قیدخانہ سے چھوٹ کر اپنی مدت قید اسپتال مین گذارنے کے لیے ایسا کیا ہے، ڈاکٹرون نے پیٹ چاک کرکے ان چیزون کا نکالدینا ضروری قرار دیا کیونکہ ان تکالیف کے علاوہ مریض کی آنتون مین سخت سوزش بھی تھی، چنانچہ جب پیٹ چاک کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اوسکی آنت کے ایک حصہ مین جابجا سوراخ ہوگیے ہین، ان سوراخون کے ہر چہار طرف سخت اورام ہین، اور یہی اس سوزش کا سبب ہین،

ان خرابیون کی وجہ سے ڈاکٹرون نے اوسکی آنت مین سے تقریباً چھ ہاتھ اور پندرہ سنٹیمیٹر آنت کاٹ دی اس عمل نازک کے ٹھیک تین ہفتہ بعد یہ مریض بالکل صحتیاب ہوکر شفاخانہ سے نکلا لیکن یہ قیدی جرائم کا سخت عادی تھا اس نے اس واقعہ کے تین ہی مہینہ بعد پھر جرم کیا، ماخوذ ہوکر قیدخانہ مین داخل ہوا اور پہلے مرتبہ کی طرح پھر اسنے برلیوس پٹرول کے اسکریو کے تین قبضے کھالیے، اس مرتبہ پھر اس کا پیٹ چاک کرکے وہ قبضے نکالے گئے، آنت کا کچھ ٹکڑہ کاٹ کر الگ کردیا گیا اور کچھ دنون مین شفایاب ہوکر وہ آزاد ہوا، لیکن ابھی تین مہینے بھی نہین گذرے تھے کہ پھر وہ کسی جرم مین ماخوذ ہوا اور حسب عادت قیدخانہ مین لوہے کے پانچ چھوٹے ٹکڑے اور ایک پندرہ سنٹیمیٹر کی کانٹی نگل گیا، اب کی مرتبہ جب وہ اسپتال مین داخل ہوا تو اوسکی حالت بظاہر ایسی نازک تھی کہ قریب قریب مردہ معلوم ہوتا تھا، بہرحال اس پر عمل جراحی کیا گیا اور اوسکی آنت کا پھر کچھ حصہ کاٹ کر وہ نگلی ہوئی چیزین نکالدی گئین اور حسب معمول تھوڑے ہی دنون مین اچھا ہوگیا، مجھے معلوم ہوا کہ اسی طرح یہ سخت جان انسان اپنی تئین تھوڑے تھوڑے دنون کے بعد اب تک تین مرتبہ اور مبتلائے آلام کرچکا ہے اور ہر مرتبہ عمل جراحی اسکا کیا گیا اور اچھا ہوکر نکلا، کسقدر حیرت انگیز امر ہے کہ یہ عجیب وغریب مخلوق ہنوز زندہ اور صحیح وسالم ہے،

(۲) ایک تاجر نے تجارت مین سخت نقصانات اٹھائے، عالم یاس وحزن مین اس نے اپنے تئین ہلاک کرلینے کے قصد سے اپنے سینہ سے بندوق لگا کر چھوڑ لی، گولی اس کے سینہ کے بائین جانب اس زور سے لگی کہ سینہ کے ڈھچر کو توڑ دیا گوشت اور بعض ہڈی تک ریزہ ریزہ ہوگئی ایک بڑا سا سوراخ جسکا طول ۲۵ سنٹیمیٹر اور عرض ۱۵ سنٹیمیٹر تھا ہوگیا اس کی آنتین باہر نکل پڑین، پیٹ اور سینہ کے اندرونی اعضا ایک دوسرے مین مخلوط ہوگئے اور نہایت کثرت وسرعت کے ساتھ خون نکلنے لگا، زخمی تاجر اسپتال مین بھیجا گیا اور وہ بندوق لگنے کے ٹھیک ایک گھنٹہ بعد وہان پہنچا، معائنہ کے بعد معلوم ہوا کہ اُس کے سینہ اور پیٹ کے بیچ کا پردہ جو دونون کے اعضا کو الگ رکھتا ہے پھٹگیا ہے، قلب کی تھیلی بھی پھٹ گئی ہے اسکے گرد وپیش اس کثرت سے خون جمع ہوگیا ہے کہ قلب کی حرکت سست پڑگئی ہے اور بائین پھیپھڑے کے نچلے حصہ مین متعدد زخم لگے ہین،

ضروری صفائی کے بعد پہلے آنتین اپنی جگہ پر رکھدی گئین اور وہ سوراخ جو پیٹ اور سینہ کے درمیان مین تھا بند کردیا گیا، قلب کے آس پاس کا خون خوب دھو دینے کے بعد اسکی تھیلی سی دی گئی، پھیپھڑے کے زخمون مین بھی ٹانکے لگا دئے گئے اور اس کو ہوا دیگئی جس سے اس مین حرکت پیدا ہوگئی اور وہ اپنا کام کرنے لگا، اس تکمیل عمل کے بعد پھر اندر سے شدت کے ساتھ خون آنے لگا جسکی وجہ سے اسکا پیٹ دوبارہ کھولا گیا معلوم ہوا کہ طحال بھی پھٹگیا ہے، ڈاکٹر نے طحال کو جڑ سے کاٹ کر نکالدیا اور اس کے بعد پھر پیٹ بند کردیا گیا، تیمارداری ونگرانی کے تمام موجودہ وسائل کام مین لائے گئے، یہان تک کہ مریض تاجر دو مہینے مین پوری صحت پاکر نکلا اور اب اسکا وزن علالت کے پہلے کے وزن سے سات کیلوگرام زیادہ تھا،

(۳) ایک شخص اسپتال مین آیا جسکی عمر پچیس برس کی تھی لیکن اوسکا جسم ایسا تھا کہ وہ بارہ تیرہ برس کا معلوم ہوتا تھا، چہرہ پر ساٹھ برس کے بوڑھون کی طرح جھریان پڑی ہوئی تھین اور اس کے تمام اعضا چھوٹے چھوٹے، دبلے پتلے اور اتنے کمزور تھے کہ وہ کچھ کام کاج کرسکنے کی قوت نہ رکھتا تھا، اس کا باپ جو ساتھ آیا تھا اسکی بیماری سے سخت پریشان تھا، اس نے تمام ڈاکٹرون سے علاج کرایا تھا اور کوئی دوا ایسی نہ چھوڑی تھی جو اس کو بتائی گئی ہو، اور اس نے استعمال نہ کرائی ہو، اس نے مدتون اس کو پہاڑ پر بھی رکھا، لیکن ان مین سے کسی تدبیر سے اس کو کوئی فائدہ نہ ہوا، اسپتال کے ڈاکٹر نے مرض یہ تشخیص کیا کہ اس کے دماغ کے سخت اور ٹھوس غدودین سے ایک غدہ متورم ہے اسکی تائید رونجن شعاعون سے بھی ہوئی، ڈاکٹر نے نشتر لگانا تجویز کیا، مریض اور اس کا باپ دونون خوشی سے راضی ہوئے، مریض کی کھوپڑی کھول کر غدہ کے ورم پر نشتر لگایا اور ورم زائل کردیا گیا، اس عمل پر پورے چھ مہینہ بھی نہ گذرنے پائے تھے کہ مریض بالکل اچھا ہوگیا اُسکی صورت بارہ تیرہ برس کے لڑکے سے ایک جوان آدمی کی صورت مین متغیر ہوگئی اور اب وہ پورا جوان نظر آنے لگا جسم کے ساتھ ساتھ اسکی عقل، اس کے ادراک اور اس کے شعور مین بھی ترقی ہوئی اور وہ ہر قسم کے کام کرسکنے کے قابل ہوگیا،

فن جراحت کی موجودہ ترقی نے اس کو متعدد مزمن امراض مین بھی نہایت کامیاب ثابت کیا ہے مثلاً سل، امراض قلب اور کسی عضو کا شل ہوجانا وغیرہ، سل ریوی (پھیپھڑے کا سل) کے متعدد مریضون پر یہ عمل جراحت کامیاب ثابت ہوا کہ مریض کے اس پھیپھڑے کے جانب کے اضلاع جو مرض سے متاثر ہے الگ کر دئے گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے ایک جانب کا پھیپھڑا بالکل سمٹ گیا، اس مین کے تمام گندے اورام خود بخود مندمل ہوگئے اور اسی اندمال کے ساتھ ساتھ تمام جراثیم بھی ہلاک ہوگئے اور وہ مریض صرف ایک ہی پھیپھڑے کے ساتھ اس موذی مرض سے بے خوف وخطر زندہ رہا، اس طریق عمل کی کامیابی کی وجہ سے مین نے دیکھا کہ مرض سل کے مخصوص ماہر ڈاکٹر بھی اکثر حالت مین مریض کو اپریشن ہی کا مشورہ دیتے ہین اور مریض اپریشن سے بالکل صحتیاب ہوجاتا ہے، جدید طریقہ علاج مین بعض امراض قلب کا علاج بھی اپریشن ہی سے کرتے ہین، چنانچہ ذبحہ قلبیہ (قلب کے اس پاس مین ایک قسم کی چبھن) جو نہایت تکلیف دہ اور دفعتہً پیدا ہوجانیوالا درد ہے اس کا علاج بھی اپریشن ہی کے ذریعہ سے کامیاب ثابت ہوا ہے، اتنا معلوم ہے کہ اس کا سبب قلب کی تھیلیون کا انقباض ہے اس بنیاد پر قلب کے ایک مخصوص وماہر ڈاکٹر نے عضلات قلب مین سے ایک عضلہ کو کاٹ کر علیحدہ کرنا تجویز کیا تاکہ اس مین انقباض پیدا ہی نہ ہو، چنانچہ اس تجویز کے مطابق ڈاکٹر نے عمل کیا اور اب تک تین مریضون پر یہ عمل جراحت اچھی طرح کامیاب وسودمند ثابت ہو چکا ہے،

رنجن شعاعون کی مدد سے یہ امر اچھی طرح واضح ہوگیا ہے کہ بہت سے مریض جن کے اعضائے اسفل مفلوج معلوم ہوتے ہین، اس مفلوجیت کی وجہ ان کے اعصاب مین کسی خرابی کا پیدا ہوجانا نہین ہوتی بلکہ صرف ان اعصاب پر خارجی طور پر کوئی دباؤ اسکا سبب ہوتا ہے مثلاً پیٹھ کے اعصاب کے سلسلہ مین کسی ورم کا ہوجانا یا اسکی ہڈیون کے اندرونی حصہ مین کسی دمل کا پیدا ہوجانا وغیرہ، ایسے مریضون پر اپریشن ہی کامیاب ہوتا ہے کیونکہ اس کے ذریعہ سے یکبارگی وہ دباؤ زائل ہو جاتا ہے، تم اس مریض کے تعجب وحیرت کا کیا اندازہ کرسکتے ہو جو مدتون اپنے پاؤن کو حرکت تک نہ دے سکتا تھا لیکن اس عمل کے بعد وہ نقل وحرکت کے قابل اور

دوسرونکی طرح چلنے پھرنے اور دوڑنیکے لائق ہوگیا ہو،

اس وقت سب سے زیادہ قابل توجہ اپریشن کے ذریعہ سے مثانہ، گردہ اور پروستاتا وغیرہ مسالک بول کے امراض کا علاج ہے، آج سے کچھ دنون بیشتر تک معالج گردہ کے عمل جراحت کے وقت سینکڑون قسم کے اندیشے کرتا تھا لیکن آج نہایت اطمینان اور کامیابی کے ساتھ یہ عمل کیا جاتا ہے، جوانون کو چھوڑ و بوڑھون تک پر یہ عمل نہایت کامیاب ثابت ہوتا ہے، ایک مریض کا ذکر سننے کے لائق ہے، ایک جوان جسکی عمر اٹھائیس برس کی تھی شفاخانہ مین آیا، اس کے بائین پہلو مین درد کی مزمن تکلیف تھی، پیشاب مین درد کے ساتھ مواد آتا تھا، معائنۂ طبی اور پیشاب کی جانچ کے بعد یہ معلوم ہوا کہ اس کے بائین گردہ مین سل کے جراثیم وجروح موجود ہین اور مرض کا اثر بڑھکر مثانہ تک کو متاثر کر چکا ہے، ڈاکٹر نے گردہ کو کاٹ کر الگ کردینا تجویز کیا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا لیکن مثانہ اسکی ضرورت واحتیاج کی وجہ سے باوجود مرض اس امید پر باقی رہنے دیا گیا کہ مریض جوان ہے عقاقیر کے ذریعہ سے اسکو شفا ہوجائیگی، لیکن کچھ دنون علاج کے بعد معلوم ہوا کہ مثانہ پر علاج کا کوئی مفید اثر نہین پڑتا، اسکی تکلیف بڑھتی جاتی تھی یہانتک کہ وہ پیشاب کو بالکل نہ روک سکتا تھا، اب ناچار مثانہ پر بھی عمل جراحت کیا گیا، وہ اس طرح کہ مثانہ پورا نکالکر مجری بول داہنے گردہ کی طرف داہنے پہلو مین پیٹ کے نیچے ایک بڑا سوراخ کرکے بنادیا گیا، اس بڑے سوراخ مین کاوتشوک (غالباً ربڑ کی قسم کی کوئی چیز ہے) کی ایک تھیلی رکھدی گئی جس مین پیشاب گرا کرے، یہ عمل اچھی طرح کامیاب ثابت ہوا، مریض کو پوری صحت ہوگئی، اس کے قوے مضبوط ہوگیے اور وہ ہر طرح کے کام کاج کرکے دوسرونکا بار اٹھانے کے قابل ہوگیا، حالانکہ اس سے پہلے وہ خود دوسرون پر بار تھا،

علاج الجراحتہ کے ان بیشمار نتایج حسنہ مین سے جو ان ممالک مین روزمرہ وقوع پذیر ہوتے رہتے ہین یہ چند واقعات اسکی حیرت انگیز کامیابی کے ثبوت مین غالباً کافی ہونگے، مین نے آغاز تحریر مین ان کو معجزات سے تعبیر کیا ہے، کیا اس کے سوا کسی اور لفظ سے بھی ہم اسکی تعبیر کرسکتے ہین؟ موجودہ زمانہ مین صحت کی خرابیون اور آئے دن گوناگون امراض کی پیدائش کے باوجود ہمارے مشرقی اطبا نے فن جراحت کی طرف سے جس طرح چشم پوشی کرلی ہے، کیا چشم پوشی صحیح اور مناسب

رائل ایشیاٹک سوسائٹی کی صد سالہ سالگرہ

گذشتہ جولائی کے تیسرے ہفتہ مین، اے، ۲۰ تک رائل ایشیاٹک سوسائٹی نے لندن مین، اپنے عمر کی ایک صدی کی تکمیل پرشاندار طریقہ سے سالگرہ منعقد کی، کئی مہینون تک تیاریان ہوتی رہین، مختلف علمی مجالس کو دعوت دیگئی تھی، جن مین قابل ذکر، برٹش اکیڈمی، (لندن) رائل اکیڈمی، (بلجیم) کانگلیج انسٹیٹیوٹ (ہالینڈ) اسکول آف اورینٹل سٹیڈیز، فرنچ اسکول آف فار ایسٹ، اسکول آف اورینٹل لنگوجز، اور اسکول آف اورینٹل لیٹریچر آف رومہ ہین، شرکائے مجلس مین سفیر جاپان، وزیر افغانستان اور تقریبًا ۴۰ علمی مجالس کے نمائندے تھے،

مجلس نے عام جلسہ کے بعد سہولیت وآسانی کے لیے تمام مباحث کو چار شعبون پر تقسیم کر دیا تھا، شعبۂ اول کا نام مجلس شرق بعید تھا اور اس مین چین جاپان، انڈو چائنا، سیام اور ملایا کے ممالک داخل تھے، اس شعبہ کے صدر مسٹر ایل، سی، ہاپکنس تھے، اس مین پہلے دن رومہ یونیورسٹی کے پروفیسر جی، دکا کا، "تیرہوین صدی کی ایک انجیل" پر اور مسٹر بیرسن کا، "ملایا کی ایک قدیم ترین تحریر" پر مضمون پڑھے گئے، دوسرے دن ایم، پال پیلیات پروفیسر ڈبلو، ای، سوتھ ہل، ڈاکٹر سٹین کونو نے تقریرین کین اور مباحث مین حصہ لیا، تیسرے دن مسٹر ایل، سی ہاپکنس اور مسٹر ار، ایل، ہابسن، کا مشترکہ مضمون پڑھا گیا، پروفیسر الگزنڈر، ڈاکٹر لینن گاٹل، پروفیسر ایلس، اور مسٹر جی، آر، ایس میڈ نے اپنے مضامین پڑھے اور مباحث مین حصہ لیا، اس کے آخری اجلاس مین پروفیسر کارنیلیس پی بریڈلی نے اپنا فاضلانہ مضمون سنایا اور اس کے بعد ایچ، ڈبلی، چو سی چو سفیر چین نے اپنی تحریر سے حاضرین کو مستفید کیا، دوسرے شعبہ کا نام مجلس اقوام قدیمہ تھا، اور یہ سامی، حمیری، مصری، وغیرہ پر مشتمل تھی، اس کے صدر، پروفیسر لنگڈن تھے، پہلے دن پروفیسر برسٹیڈ نے مصری طب پر ایک تحریر پڑھی، ڈاکٹر بلیک مین نے اس تحریر پر اظہار رائے کیا، اور اس کے بعد ڈاکٹر ہال نے ار العبید اور بحرین کی برطانوی تحقیقات کے متعلق ایک مصور لکچر دیا، دوسرے دن ایم تھرڈ (ڈنمین) مسٹر ڈرائور، مسٹر گڈ، پروفیسر واٹرین اور پروفیسر ہاگ مین نے تقریرین کین، پروفیسر لنگڈن نے پروفیسر لکین بل کا مرسلہ مضمون "اولین انڈو یورپین" پڑھ کر سنایا، تیسرے دن ڈاکٹر ڈانج ڈاکٹر گسٹر، پروفیسر کرخوہ مسٹر فریڈ لینڈر، نے اپنے مضامین پڑھے جنکو بہت دلچپی سے سنا گیا، تیسرا شعبہ ہندوستان کے متعلق تھا، اور اس کے صدر مشہور پروفیسر اے، اے، مکڈونل تھے، پہلے دن سر جارج گریرسن کی غیر متوقع علالت سے کوئی کارروائی نہ ہو سکی، دوسرے دن ڈاکٹر ایف، ڈبلو ٹامس نے چار سنسکرت تمثیلات پر اپنا مضمون پڑھا، ایم سیلوئن لیوی اور ڈاکٹر سٹین کونو نے اس پر اظہار رائے کرتے ہوئے مضمون نگار کی بڑی تعریف کی، اس کے بعد پروفیسر اے، دی ولیم جیکسن نے اپنا مضمون پڑھا، بعد ازان ڈاکٹر مسٹن نے "قدیم ختن کا ایک عہد شاہی" کے موضوع پر ایک تحریر سنائی، تیسرے دن مسٹر این سی چیٹرجی نے "ہندوستان قدیم کے طریقہ حرب" پر ایک مضمون سنایا اور اس کے خاتمہ پر مسٹر پی، جے، بھو مانے "ابتدائی ہندی مسیحیت" پر تقریر کی، جناب صدر، مسٹر اتھوون، سر جان ولیس، وغیرہ نے بحث مین حصہ لیا، چوتھے دن مسٹر جبٹن، ای، ایباٹ نے سیواجی کے متعلق پرتگالی تاریخ پر ایک مضمون پڑھا، اس کے بعد ڈاکٹر ولیم کرک کا مضمون، اس شعبہ کے ناظم مسٹر ڈیو ہرسٹ نے پڑھکر سنایا،

آخری شعبہ، مجلس اسلامی کے نام سے موسوم تھا، اور اکسفورڈ یونیورسٹی کے مشہور ادیب پروفیسر مار گولیس اس کے صدر تھے، فاضل مستشرق، ڈاکٹر ای، جی براؤن نے حاظرین وشرکائے مجلس کا خیر مقدم کیا، بیرونی دنیا کے جن اشخاص نے اس مین حصہ لیا ان مین لائق ذکر پروفیسر جین ڈنیس، پروفیسر سگنن، پروفیسر منارزکی اور پروفیسر کرسٹن زن، اور پروفیسر ونسنک ہین، پہلے دن ڈاکٹر نکلسن نے مولنا رومی کی تصنیف "فیہ ما فیہ" پر روشنی ڈالی، اس کے بعد مسٹر اے، ایچ ہارسے نے زین الانصاری کی کتاب فتوحات الاہیہ پر جو تصوف مین ہے ایک مضمون پڑھا، ڈاکٹر براؤن نے الفخری کے ایک فارسی ترجمہ کے متعلق جس کا ابھی ابھی پتہ چلا ہے، مختصر الفاظ مین تذکرہ کیا، پروفیسر دی، منارزکی نے "ایران مین ترکی السنہ" پر ایک عالمانہ خطبہ دیا اور کپتان کرسول نے تصاویر کے ذریعہ قلعہ قاہرہ کے اثریات پر لکچر دیا، پنجشنبہ کے دن دمسٹر ای، جے ہولمیارڈ علالت کی وجہ سے غیر حاضر رہے، ان کا مضمون پڑھا گیا

کی کیمیا، کی ابتدا، پر تقریر نہ کر سکے اور مسٹر کرنکو نہایت ہی اطمینان سے، "عربی لغت کی ابتدا" اور ایام جاہلیت کی شاعری" پر مضامین پڑھنے کا موقع مل گیا، انھین مضامین پر بحث شروع ہوئی، اور اس کے دوران مین معلوم ہوا کہ پروفیسر بون عنقریب دیوان جریر شایع کرنے والے ہین، جبکی کارروائی پروفیسر گیولامی کے مضمون سے جو بعض مباحث درمیان علماے اسلام و مسیحیت" کے زیر عنوان تھا شروع ہوئی، یہ مضمون ابو قرہ راہب حران کی ایک کتاب مجادلہ پر مبنی تھا، پروفیسر موصوف اس کتاب کو بہت جلد اڈٹ کرنے کے بعد شایع کرنے والے ہین، آخری مضمون مسٹر ار، پی، ڈبو ہرسٹ کا تھا، اس مین انھون نے عربی و فارسی عروض کے مطالعہ کے چند نتائج پیش کیے تھے اور متنبی، سعدی اور حافظ پر زیادہ زور دیا تھا،

تنجور کا شاہی کتب خانہ

انسائیکلوپیڈیا کی ۹ وین اشاعت کی جلد ۱۴ صفحہ ۵۳۳ مین ہم پڑھتے ہین کہ

"ہندوستان کی قابل ذکر لائبریری تنجور کا شاہی کتبخانہ ہے، جو سولھوین صدی کے اواخر یا سترھوین صدی کے اوائل مین جبکہ یہ علاقہ تلگو نائکون کے قبضہ مین تھا، قائم ہوا تھا، ان لوگون نے ان سنسکرت کتابون کو جو تلگو حروف مین ہین جمع کیا، اٹھارھوین صدی مین مرہٹون نے اس علاقہ کو فتح کیا اور اس وقت سے یہ کتبخانہ برابر ترقی کر رہا ہے، اس کا ایک بڑا حصہ سرفوجی بھونسلا نے اپنے قیام بنارس (۱۸۲۰ء) کے دوران مین حاصل کیا تھا، اس کے جانشین سیواجی نے بھی چند کتابین جمع کین لیکن وہ کوئی اہمیت نہین رکھتین، اس وقت اس کتب خانہ مین تقریباً اٹھارہ ہزار کتابین ہین یہ کتابین دیوناگری، نندی ناگری، تلگو، کنڈا، گرنتھا، ملایالم، بنگالی، پنجابی، کشمیری، اور اڑیہ زبانون مین ہین، ان مین سے آٹھ ہزار پتون پر لکھی ہوئی ہین، ڈاکٹر برنل نے ۱۲۳۷۵ کتابون کا اپنی فہرست کتب مین تذکرہ کیا ہے،"

اب یہ کتب خانہ، سرسوتی محل لائبریری کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، حکومت نے عام استفادہ کیلئے اسے پبلک کتبخانہ بنا دیا ہے اور وہی اس کے مصارف کی کفیل ہے، اپنے وسعت مباحث، کثرت تعداد اور تنوع السنہ

کے لحاظ سے ہندوستان مین اس کی شاید کوئی نظیر نہین حکومت ہند نے اس ذخیرہ کی اہمیت ۱۸۶۹ء مین سمجھ لی تھی، اور اس کے زیر ہدایت مدارس حکومت نے مسٹر بکفورڈ پروفیسر سنسکرت کو تنجور کے قلمی نسخون کی فہرست ترتیب دینے کے لیے مقرر کیا، مسٹر بکفورڈ نے بہت کم کام کیا، اور ۱۸۷۱ء مین ڈاکٹر برنل سیشن جج اس خدمت کے لیے نامزد ہوئے، ڈاکٹر موصوف نے نہایت ہی انہماک و جوش سے کام شروع کیا اور ۱۸۸۰ء تک ایک فہرست کتب شایع کرتے رہے لیکن ۱۸۸۰ء سے ۱۹۱۸ء تک اس کتب خانہ کی حالت نہایت ہی ابتر و خراب رہی، اس کے لاتعداد نسخے اس خزانہ سے نکل کر دوسری جگہ چلے گئے، اور صرف ڈاکٹر برنل کی فہرست انکی موجودگی کا ثبوت ہے، اور حال مین تو اس بیش بہا مجموعہ کو یورپ کے ہاتھون بیچ دینے کا سامان بھی ہو چکا تھا، لیکن نہ معلوم کیون یہ گفتگو دفعۃً ختم ہوگئی، جب سے یہ کتب خانہ ایک قومی ملکیت ہوئی ہے، اس نے سنبھالا لیا ہے، اور اسی قلیل عرصہ مین، علم دوست اصحاب نے ۱۰۰۰ قلمی نسخون کے تین بیش بہا مجموعے پیش کیے ہین، یہ گنگکر، جمبو ناتھ بہت لنڈگی، اور پتن ادھوتا کے جمع کیے ہوئے ذخائر ہین اور انکی تعداد ۱۲۳۱ ہے، ۱۹۲۰ء سے ہر سال تقریباً ۳۰ ہزار اشخاص اوسکی زیارت کو جاتے ہین اور ایک ہزار قلمی نسخے دیکھے جاتے ہین، اس ذخیرہ کی مابہ الامتیاز خصوصیت یہ ہے کہ اس مین سنسکرت زبان کے تقریباً اہم نسخے جو مختلف زبانون مین ہین موجود ہین، سولھوین سترھوین، اور اٹھارھوین صدی کے جنوبی ہندوستان کے مصنفین کی تصانیف بکثرت موجود ہین، تاریخی تصانیف، تمثیلات، قصائد، جینی مذہب کے متعلق تصانیف، شاستروں کی تفاسیر، اور دیگر مذہبی کتب کے حواشی اس کتب خانہ کی زینت بڑھاتے ہین،

اخبار علمیہ

سنہ ۱۹۲۳ء مین، ۹۲۹،۹ اشخاص برطانوی عجائب خانہ دیکھنے گیے، یہ تعداد گذشتہ سال سے ۸۰۰۰۰ زائد ہے، صرف اتوار کے جانیوالون کی تعداد ۶۰۹۴۳ ہے،

۴ اگست سے ۱۱ نومبر سنہ ۱۹۱۸ء تک ۴۰۰۰۰ بلجیم سپاہی، لڑائی مین کام آئے اور ۱۱ نومبر سنہ ۱۹۱۸ء سے ۵ جون سنہ ۱۹۲۳ء تک ۵۴۰۰۰ زخمی سپاہیون مین سے ۵۰ فی صدی گیس کے اثر سے مرگیے،

علاقہ کنسنگٹن مین عورتون کی تعداد مردون سے ۴۰۰۰۰ زائد ہے،

اس وقت انگلستان مین ۹،۸۰،۰۰۰ موٹرین ہین، دو سال کے اندر یہ تعداد بڑھی ہے پہلے صرف ۵۰۰۰۰۰ تھی

گذشتہ سال انگلستان مین ۱۱۸۶۴۷۹۰۰۰ اشخاص نے ریل کا سفر کیا، ان مین سے صرف ۵ حادثہ کی وجہ سے ہلاک ہوئے، سنہ ۱۹۲۱ء مین ۱۲۵۲۰۵۶۳۸۶ مسافرین مین ۹ کی جانین تلف ہوئی تھین،

سویڈن کے ایک کارخانہ دار کشتی کے مالک نے دعوی کیا ہے کہ وہ لکڑی کی بیکار چھیلیون اور برادہ کو بجائے ایندھن جلا کر گیس پیدا کرسکتا ہے، اس طرح سے تقریباً ۵۰ فی صدی ایندھن بچ جائیگا،

بکس اور ڈبے بنانے مین اس وقت تک لکڑی یا کاغذ کے موٹے تختے استعمال کئے جاتے تھے، لیکن اب روسی کارخانہ نے برادہ اور راکھ سے ایک ایسا قوام تیار کیا ہے جس سے لکڑی اور کاغذی تختے بنائے جاسکتے ہین، اس کے ساتھ ہی یہ خصوصیت بھی ہے کہ اس کو سخت و نرم دونون رکھ سکتے ہین،

اس وقت پیرس، مغربی دنیا کے فیشن کا مرکز ہے، اس سے پہلے یہ عزت اطالیہ کے ایک شہر میلن کو حاصل تھی،

انسان وحیوان ہی کو خداوند تعالی نے قوت بینائی عطا فرمائی تھی، اب ماہرین سائنس نے بیجان چیزون مین بھی یہ خصوصیت پیدا کردی ہے، اس آلہ کا نام "برقی چشم" ہے، اس سلینیم سے بہت کچھ کام لیاگیا ہے، ڈاکٹر البرٹ نیوبرگر کے سر اس ایجاد کا سہرا ہے،

گذشتہ چار سالون مین دو بہت بڑے برف کے پہاڑ سمندر مین بہتے ہوئے پائے گیے ہین، ان مین سے ایک ۳۰۰ فٹ بلند تھا، اس مین سے ۲۴۰ فٹ سطح آب کے اوپر تھا، دوسرا ۵۰ فٹ بلند پانی کے اوپر اور ۱۷۰۰ فٹ لنبا تھا اس کا وزن ۳۶۰۰۰۰۰ ٹن تھا، اور جہاز ٹیٹنک سے ۶۰ گنا بڑا تھا،

اگرچہ اس وقت تک مختلف غیر ملکی آلے موسم کے حالات معلوم کرنے کے لیے بنائے جاچکے اور کچھ نہ کچھ کامیاب بھی ثابت ہوچکے تھے تاہم دور کے موسم کے لیے اب ایک آلہ بنایا گیا ہے، زنجسی کے پروفیسر روتھے کے اس آلہ کے ذریعہ، دور دراز کے طوفان کی وسعت، سختی، اور تخریبی قوت نہایت آسانی سے معلوم کیجاسکتی ہے

اسپین کے بادشاہ، امراء و علماء کے سامنے مارس ڈی سسنا کارا کے مسٹر کے نے ایک عجیب تجربہ کی نمایش کی ہے، وہ دھات کے پتھر کو اپنی آنکھون پر باندھ لیتا ہے اور پھر جو چیز بھی اس کے سامنے رکھ دیجائے اس کو پڑھ دیتا ہے، کمال اتنا ہی نہین ہے بلکہ وہ ملفوف خط کے مضمون کو بھی بلا کھولے ہوئے پڑھ دیتا ہے، مادرڈ دارالسلطنت اسپین کے سائنسدان اس مسئلہ کے حل کرنے کی فکر کر رہے ہین،

ہر شخص کو اس کا علم ہے کہ ریل مین کوئلہ کا ایک بڑا حصہ صرف ہوتا ہے، اور کوئلہ کی کمی و گرانی پر اس کا بڑا اثر ہے، اب سویڈن کے ایک موجد نے جس کا نام جنگ ستارم ہے اس کا حل نکالا ہے، اس نے انجن کے ہر عضو کو چھوٹا کر دیا ہے، اور اس طرح انجن کا پیٹ بھی کم ہو گیا ہے مگر اس سے انجن کی چال یا تیزی مین کوئی فرق نہین آتا اور کوئلہ کی ایک بڑی مقدار بچ جاتی ہے،

پولیس نے مجرمین کی شناخت کے لیے انگوٹھے کے نشان کو ایک خاص اہمیت دے رکھی ہے، ماہرین کا خیال ہے کہ کبھی بھی ایک آدمی کے نشان دوسرے آدمی سے نہین مل سکتے اور اس طرح اصلی مجرم کا پتہ چل سکتا ہے، مگر حال ہی مین ایک واقعہ ایسا پیش آیا ہے جس نے اس خیال کو باطل ثابت کیا ہے، اور معلوم ہوا ہے کہ جعلی نشانات بھی بنائے جا سکتے ہین، مسٹر ایم، بر تیلان نے اب دعویٰ کیا ہے کہ انگوٹھون کے بجائے کان کی ساخت سے مجرم کا پتہ لگانا زیادہ صحیح ہے،

برسون کی مسلسل کوشش کے بعد ایک ایسی دھات کے بنانے مین کامیابی ہوئی ہے، جو المونیم کی طرح سبک اور لوہے کی طرح سخت ہے، اس کا نام ڈورالومن ہے،

پانی سے بجلی حاصل کرنے کے لیے سیڑھی نما اونچی دیوارین بنائی جاتی ہین اور ان پر سے پانی کی چادرین گذرتی ہین، پانی کے گرنے اور بہنے سے بجلی پیدا ہوتی ہے، دنیا کی سب سے بڑی دیوارین حال ہی مین ریاست کیلفورنیا مین بنکر تیار ہوئی ہین، یہ دیوارین سطح چشمہ سے ۸۳ فٹ بلند ہین،

ٹیلیفون سے گفتگو کرنے مین اب تک دو آدمیون کی ضرورت ہوتی تھی اور بسا اوقات مخاطب کی غیر حاضری کام مین رکاوٹ ڈالدیتی تھی، اب جرمنی کے علمی رسالہ نے ایک ایسے آلہ کے حالات شایع کیے ہین، جو مخاطب کی غیر حاضری مین متکلم کے الفاظ کو لکھ دیا کرے گا،

بحر اطلانٹک کے جہازات سب سے زیادہ صابون صرف کرتے ہین، چنانچہ تین جہازون کو سال بھر تک صاف رکھنے کے لیے ۵۰۰۰ گیلن رقیق صابون ۰۰۰۰، اپونڈ نرم صابون، ۲۳۰۰۰ پونڈ سفوف صابون اور ۴۵۰۰۰ پونڈ سوڈے کی ضرورت ہوتی ہے،

حال ہی مین ایک چھوٹے سے جہاز نے جو صرف ۸۰ ٹن کا تھا، دنیا کے گرد ۳۱۱۵۹ میل کا سفر طے کیا ہے، یہ جہاز ۶ ستمبر ۲۲ء کو روانہ ہوا تھا، اور ۶ آدمی اس مین سوار تھے،

مسٹر کلیفورڈ بیرس کا بیان ہے کہ دنیا مین جتنی خود کشیان ہوتی ہین ان مین سے ۹۵ خرابی دماغ کا نتیجہ ہین، اور جب تک ہر جگہ اس مرض کے مخصوص مرکز نہ بن جائینگے یہ صورت حال قائم رہیگی،

ہوائی پیمایش کے ذریعہ کاشت کی پیداوار کے اندازہ لگانے کا جو طریقہ ایجاد کیا جا رہا ہے، امریکہ نے اس مین ایک حد تک کامیابی بھی حاصل کر لی ہے،

ادبیات

افکار ماجد

ہمارے دوست مولٰنا عبد الماجد صاحب قادری بدایونی کی نسبت یہ سبکو معلوم ہے کہ وہ ایک پرزور خطیب، اور ایک رنگ خاص کے انشا پرداز ہین، مگر یہ شاید کم لوگون کو معلوم ہے کہ وہ ایک دیوان شعر کے بھی مالک ہین، مولانا اردو مین اکثر اور عربی و فارسی مین گاہے گاہے بطریق سلف اظہار راز کیا کرتے ہین، ذیل کی غزل مولٰنا نے میرے لیے ذاتی طور پر تحفۃً بھیجی تھی، لیکن مین تھوڑی جرأت کر کے یہ تحفہ تمام ناظرین مین تقسیم کرتا ہون، "اڈیٹر"

رونا غم فرقت مین کیا رنگ دکھاتا ہے
آنسو کے ہین قطرے یا دامن پہ کلیجا ہے

ویران کدۂ دل مین اب میرے دھرا کیا ہے
کچھ داغ ہین حسرت کے کچھ خون تمنا ہے

ہلچل ہے زمانہ مین، عالم تہ و بالا ہے
ہے وقت مدد مولا وہ وقت اب آیا ہے

ہو عزم طلب صادق تو یاس نہین ہوتی
جس نے تجھے ڈھونڈا ہے اس نے تجھے پایا ہے

ہے نقش فنا تیرا ہر شعبدۂ صنعت
ہستی تری اے دنیا کچھ بھی نہین دھوکا ہے

آنے کے یہ معنی ہین جانے کے لئے آئے
جینے کا یہ مطلب ہے اک دن ہمین مرنا ہے

تم دل سے اگر پوچھو تو دل سے ذرا پوچھو
درد غم الفت کی ٹیسون مین مزا ہے

غیرون کی شکایت کیا اپنون مین نہین الفت
یہ وقت ہی ایسا ہے ایسا ہی زمانا ہے

ہنستے ہوئے اٹھے ہین وہ خواب سے اے ماجد
شاید کسی بیکس کو روتا ہوا دیکھا ہے

"نذر سلیمان"

از مولٰنا راغب بدایونی،

کسی کو شوق سے عیش جہان نہین ملتا
نشاط یاس یہی ہے کہ "ہان نہین ملتا"

کچھ اُن کے فیض سے جز امتحان نہین ملتا
خوشی کہان کہ غم جاودان نہین ملتا

یہ حال ہے کہ مجھے بھی ہے اتفاق اُن سے
کہ میرے حال سے میرا بیان نہین ملتا

نقاب اُلٹتے ہین دیکر نگاہ چھینکے ہوش
زبان ملتی ہے لیکن بیان نہین ملتا

تھی تلاش تو ملتے تھے سو نشان اُس کے
ہوئی تلاش تو اپنا نشان نہین ملتا

خدا کا نام ہے کیا فتنہ عہد کافرین،
حرم کہان کہین دار الامان نہین ملتا

خزان کے رنگ سے ملتی ہوئی بہار تو ہے
مگر بہار سے رنگ خزان نہین ملتا

بلند نیزۂ قاتل پہ سر نہ ہو جب تک
جبین دل کو ترا آستان نہین ملتا

یہ ہر نفس نئے خطرے نئے ہین اندیشے
کہ آشیان مین مجھے آشیان نہین ملتا

فریب عجز تمنا کا نام ہے فردوس
مراد وسعی سے آرام جان نہین ملتا

نگاہ چاہیے حسن آشنا کہ ذوق نگاہ
جسے یہان نہین ملتا وہان نہین ملتا

یہ نور عرش "سلیمان" کی نذر ہے راغب
کہ عرش کو کوئی ایسا ارمغان نہین ملتا

"خطاب بہ حیات"

مولوی سید دہاج الدین احمد صاحب شمیم اسسٹنٹ پروفیسر اورنگ آباد کالج،

ہر چیز مین جہان کی جلوہ ہے عام تیرا
نیرنگیون مین دیکھا نقش دوام تیرا

شکل فنا مین پنہان، تیری بقا کا عنصر
ہر فرق مین نمایان، اک التیام تیرا

دنیا کا ہر تغیر، تیرے ابد پہ شاہد — فطرت کی ہر خوشی، گویا پیام تیرا

موجون کی کشمکش مین، دیکھا تجھے نمایان — کہسار کی فضا مین، پایا قیام تیرا

کانٹون نے چبھو کے تیری تلخی بتائی ہم کو — پھولون نے ہنس کے بھیجا ہم کو سلام تیرا

غنچون نے تیری بن گن باد صبا سے پائی — بلبل نے بوئے گل سے، پایا پیام تیرا

تارون کی انجمن مین، تو نور بنکے چمکی — بالائے بام چمکا، ماہ تمام تیرا

موج نسیم بن کر کلیون کو گدگدایا — خرمن کو جب جلایا، تھا برق نام تیرا

ہر خار کی کھٹک مین، ہر شمع کی چمک مین — ہر درد کی کسک مین، پایا پیام تیرا

خمخانۂ ازل مین پیر مغان نے جس دن — ق — تو بجلیون سے کھینچا اک تلخ جام تیرا

کیا کیف روح پرور تجھ مین بھرا ہوا تھا — جس جس کو تو نے تاکا، وہ تھا غلام تیرا

مٹی پہ تجھ کو چھڑکا، وہ پھول بنکے مہکی — ذرے نے بنکے جگنو، چمکایا نام تیرا

خاکی ترے اثر سے، مسجودِ نوریان تھا — ق — ذرے کو طور کرنا، ادنیٰ تھا کام تیرا

سارے جہان نے چکھا، خالی ہوا نہ لیکن — گردش مین آج تک ہے پہلا وہ جام تیرا

اے آب روح پرور! ہر چند تو وہی ہے — ق — رندون مین پر کہان ہے، ذکر مدام تیرا

جو عاشقِ جفا تھے، ذوقِ طپش کو بھولے — بیگانۂ اثر ہے سوز تمام تیرا

پھر تیری شورشِ قم، مردون مین جان ڈالے — سوتون کو پھر جگا دے شورِ خرام تیرا

اے شمع بزم ہستی! پھر آرزو یہی ہے — جلنا ہوا کام میرا، تڑپانا کام تیرا

چھوڑا نسیم تو نے انداز عاشقانہ

مقبول کس طرح ہو، طرز کلام تیرا

باب التقریظ والانتقاد

اخبار الاندلس

(جلد دوم)

اخبار الاندلس کے نام سے منشی محمد خلیل الرحمان صاحب (لاہور) ایس پی اسکاٹ صاحب کی تصنیف ہسٹری آف دی مورش امپائر ان یورپ (یورپ مین مسلمانون کی سلطنت کی تاریخ) کا جو مسلسل ترجمہ شائع کر رہے ہین، اُسکی دوسری جلد شائع ہوئی ہے، پہلی جلد پر گذشتہ سال کے کسی پرچہ مین ہم تبصرہ کر چکے ہین، اس وقت لائق مترجم کے کارنامہ کی دوسری قسط پیش نظر ہے.

مسٹر اسکاٹ اس عہد کے زندہ مصنفین مین ہین اور انھون نے ازراہ لطف ہندوستان کے مسلمانون کو ان کی زبان مین اُن کے دور دست بھائیون کے عروج و زوال کی جو داستان لکھی ہے، اس کے سنانے کی اجازت، مترجم موصوف کو دی ہے، مسٹر اسکاٹ اپنی تصنیف کے ان اوراق مین اکثر بے تعصب اور رحمدل نظر آتے ہین، مسلمانون کے مسرت افزا واقعات جب وہ لکھتے ہین، تو وہ خود بھی ہنسنے لگتے ہین، اور جب غمناک سوانح پر پہنچتے ہین تو اونکی آنکھون سے بھی آنسو کے قطرے ڈھلکتے معلوم ہوتے ہین، البتہ یورپ کی تاریخ نویسی کے عام اصول سے اونکا طرز بھی مستثنیٰ نہین، یعنی یہ کہ واقعات کے سلسلۂ بیان مین جہان جہان کڑیان ٹوٹتی ہین، یا علل و اسباب کی تلاش کی جہان ضرورت پیش آتی ہے اپنے قیاس و گمان کو وقائع کا رنگ دینے کی کوشش کرتے ہین،

پیش نظر جلد آٹھ بابون پر مشتمل ہے، جو پندرہوین باب سے شروع ہو کر بائیسوین باب پر ختم ہوتی ہے. یہ آٹھون باب تعلیقات و حواشی کو چھوڑ کر ۲۰۲ صفحون کو محیط ہین، ان ۲۰۲ صفحون مین یورپ مین اسلامی حکومتون

کی تاریخ ۷۲۶ء سے شروع ہو کر ۱۴۹۲ء پر تمام ہوتی ہے، یہ آٹھ باب اسلامی حکومتوں کے حسب ذیل انقلابی دوروں پر منقسم ہے،

باب ۱۵، سسلی (اٹلی) پر اغلبیون کی حکومت اور خاتمہ،

باب ۱۶، اندلس کے چھوٹے چھوٹے مختلف حکمران اور عیسائیون کا خروج،

باب ۱۷، مرابطین کا عروج، جنھون نے ان متفرق اجزا کو متحد کر کے عیسائیون کا مقابلہ کیا، اور انکو شکست دی،

باب ۱۸، موحدین کا ظہور، مرابطین کا خاتمہ، عیسائیون سے معرکہ آرائی کا آغاز،

باب ۱۹، مسلمانون کا ضعف، اور عیسائیون کی کامیابیان،

باب ۲۰، عیسائیون کی اندلس کی بازیافت کے لیے سعی،

باب ۲۱، غرناطہ سے آخری جنگ،

باب ۲۲، بازیافت کی تکمیل اور خاتمہ،

اندلس کی تباہی پر رندی نے جو پردرد عربی مرثیہ لکھا ہے، اس پر کتاب ختم ہو جاتی ہے،

ہر باب مین اشخاص اور مقامات کے جو غیر معروف نام آئے ہین، مترجم نے تحقیق کر کے ہر باب کے آخر مین ان کی تصحیح کی ہے، اور ان کے حالات لکھے ہین، مگر معلوم نہین مترجم نے صفحہ ۱۰، مین فاس کو فص کیون لکھا؟ یہ غلطی آجکل اخبارات مین عام ہے، اسی طرح مصنف کے بیانات مین جہان کہین مترجم کو اعتراضات یا اغلاط نظر آتے ہین، یا اسلام کے متعلق مصنف کو جہان غلط فہمیان پیش آئی ہین، مترجم نے ذیلی حاشیون مین اونکی تصحیح کی ہے اور ان کے جوابات دئے ہین،

ترجمہ اکثر سلیس اور بامحاورہ ہے بعض الفاظ پر گرفت کیجا سکتی ہے مثلاً "مال مغروتہ" مغروتہ غارت سے اسم مفعول بنایا گیا ہے، مگر یہ صریحاً غلط ہے، اسی طرح فارسی اضافت کی حالت مین "جنگہا" "جزیرہ نما" لکھنا صحیح نہین "جنگہائے" اور "جزیرہ نمائے" چاہئے، "ہمدردی ہمدگری" (صفحہ ۲۰۲) بھی ٹھیک نہین، علی ہذا ایک ہی فقرہ

مین ایک لفظ کا واحد و جمع استعمال کرنا بھی اعتراض کے قابل ہے "مرابطین کا بقیۃ السیف گروہ جو اپنے موجودہ حکام سے ناخوش تھے،" (صفحہ ۳۰۷ نیز صفحہ ۲۹۰) لفظ "غیر" کی ترکیب سے صفت بنتا ہے، مصدر نہین، اس بنا پر یہ کہنا، "غرض علما کے غیر مسامحت اور وحشیانہ ظلم سے" صحیح نہین، (صفحہ ۲۹۰) "عدم مسامحت،" کہنا چاہئے، "مراسم ادا کین" (صفحہ ۳۳۳) مراسم مذکر ہے، مؤنث نہین، "کند و کاوی" (صفحہ ۲۰۲) اور اس قسم کے اور قابل اعتراض لفظ بھی مل سکتے ہین، با این ہمہ مترجم کی محنت، کاوش، اور ترجمہ کی عام طور سے سلاست اور روانی مدح و تعریف کی مستحق ہے،

اردو مین اندلس مرحوم کی تاریخ کا اچھا خاصہ ذخیرہ مہیا ہو گیا ہے، مگر تفصیل اور تحقیق کے لحاظ سے اخبار اندلس بہترین کتاب ہے، اور اس کو اردو مین منتقل کر کے مترجم نے ہماری زبان اور ہماری قوم دونون پر احسان کیا ہے کتاب کی تیسری جلد بھی غالباً تیار ہو چکی ہے، اور عنقریب شایع ہو گی، یہ پورا سلسلۂ تاریخی ہر کتب خانہ مین موجود رہنا چاہئے، کہ یہ اسلام کی سب سے بڑی عبرتناک داستان ہے، اور اس کو جس قدر دہرایا جائے اتنا ہی اچھا ہے، خصوصاً اس کتاب کے اوراق مین یورپ مین اسلامی حکومتون کے عروج و زوال کی مسرت انگیز اور حسرتناک دونون قسم کی تصویرین ایسی خوبی سے تیار کی گئی ہین، کہ مصنف و مترجم دونو کی صنعت کی تعریف کرنی پڑتی ہے،

لکھائی چھپائی، کاغذ عمدہ، ضخامت ۲۲۰ صفحے، قیمت پتہ:- نصیر کا ٹیج، ربانی روڈ، لاہور،

مطبوعات جدیدہ

آل ذوری عین۔ پنجاب اور صوبہ متحدہ مین ایک بڑی اور معزز برادری ہے جو ہندو و مسلمان دونون طبقون مین منقسم ہے، اور جس کو عموماً رائی یا رائین کہا جاتا ہے، اس قوم کے مسلمان ذی علمون کا دعویٰ ہے کہ یہ قوم خالص عربی نسل سے تعلق رکھتی ہے، اس کا سلسلۂ نسب عمالقۂ عرب کے اُس خاندان سے ملتا ہے جو ہِک سوس یا دولۃ الرعاۃ کے نام سے مصر مین مدتون حکومت کرچکا ہے، اسی مناسبت سے اس قوم کے مسلمان افراد اپنی قوم کو راعی یا راعین کہتے ہین، اور اس نام کی اونکی ایک کانفرنس ہے، ایک اخبار ہے، اور اونکی تاریخ بھی لکھی گئی ہے حال مین آل ذوری عین کے نام سے منشی محمد ابراہیم صاحب محشر انبالوی نے اس قوم کی ایک تاریخ لکھی ہے، جس مین یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، کہ یہ قوم یقیناً عرب سے آئی مگر اوس کا تعلق عمالقہ سے نہین، بلکہ اذوائے یمن کے ایک خاص خاندان، یعنی یریم ابن حرث ذوری عین کی نسل سے ہے، حضرت مسیح سے ۱۲۰۰ سال قبل سبائے اصغر یعنی حارث الرائش نے ہندوستان پر حملہ کیا اور ایک حصے پر قبضہ کرلیا جس کے انتظام کے لیے اپنے ایک ہم خاندان سردار یعفر بن عمر بن حجر ذی رعین کو تھوڑی سی فوج کے ساتھ چھوڑ گیا، پھر اس کے بعد جب خاندان سبا کے اصلی مرکز یمن پر حبشیون کا تسلط ہوا، اور وہ طرح طرح کے مظالم کرنے لگے تو اس خاندان کے کچھ لوگ اور ہندوستان مین آئے اور اپنے بچھڑے ہوئے بھائیون سے مل گئے، جناب منشی صاحب کا دعویٰ ہے، کہ ہندوستان کے رائین درحقیقت وہی آل رعین ہین، جو آج سے ۱۸ سو سال قبل ہندوستان مین آئے تھے، مصنف کے دعوی کی صداقت کے تولنے کے لیے مستقل تبصرہ کی ضرورت ہے، لیکن اونکی محنت اور جانفشانی کی داد دینا ہمارا ضروری فرض ہے، زبان اور طریقۂ بیان کا انجمن اصلاح کا طالب ہے:۔ قیمت فی جلد عہ، پتہ:۔
منشی محمد ابراہیم محشر کوٹھی مہاراجہ جیند شہر انبالہ

ابطال اعجاز مرزا، مرزا غلام احمد قادیانی، فرقہ احمدیہ کے بانی نے عربی زبان مین ایک قصیدہ اعجازیہ لکھا تھا جس کے متعلق ان کا دعویٰ تھا کہ یہ قصیدہ الہامی ہے اور اس کا جواب نہین ہوسکتا، اسی بنا پر انھون نے علمائے اسلام کو دعوت مقابلہ بھی دی تھی مگر مناظر علما تک قصیدہ کے پہنچنے سے پہلے میعاد مقررہ یعنی بیس دن گذر چکے تھے، حال مین بہار کے ایک فاضل بزرگ مولوی حکیم سید غنیمت حسین صاحب اشرفی (مخدوم چک مونگیر) نے اس کے رد مین ابطال اعجاز مرزا کے نام سے ایک رسالہ تصنیف کیا ہے جس کے دو حصے ہین، پہلے حصہ مین مرزا صاحب کے قصیدہ مین جو صرفی، نحوی، عروضی اور ادبی خامیان ہین، ان کا استقصا کیا ہے، جس وقت یہ قصیدہ شایع ہوا تھا، اڈیٹر معارف کی طالب علمی کا زمانہ تھا، لیکن یہ غلطیان اس قدر صریح تھین کہ سرسری ہی مطالعہ سے وہ معلوم ہونے لگین، دوسرے حصہ مین مجیب نے اوسی بحر و قافیہ مین، قصیدہ اعجازیہ کا جواب دیا ہے جو ہر صاحب نظر کی نگاہ مین ادبی حیثیت سے مرزا صاحب کے اعجازی قصیدہ سے زیادہ معجز ہے، معترض نے کہین کہین مجادلانہ شان بھی اختیار کی ہے جو صحیح نہین، مثلاً مرزا صاحب کا شعر ہے،

واعطاهم الرحمن من تقی والغنی   وایدهم بروح امین فابشروا

اس پر معترض کا اعتراض یہ ہے کہ اعطاء کا صلہ من نہین آتا، مگر درحقیقت یہان من صلہ کا نہین، بلکہ تبعیض کا ہے یعنی بڑائی کی کچھ قوت، البتہ اس شعر مین روح امین کی تنکیر اور فابشروا کا الف قطع فصیح نہین، اگر اوسکو ہمزہ وصل پڑھا جائے تو شعر وزن سے گر جاتا ہے، بہرحال مصنف نے اس رسالہ مین قابل ستائش محنت اور قابلیت سے کام لیا ہے، دوسرے حصہ کی قیمت ۸؍ پہلے حصہ کی قیمت درج نہین، پتہ:۔ مطبعہ رحمانیہ مخصوص پور، مونگیر،

نظامیہ تقویم، یہ ایک جنتری ہے، جسے مدرسہ نظامیہ بمبئی کے طلبہ ترتیب دیتے ہین، اس وقت ۱۳۴۲ھ کی تقویم پیش نظر ہے، اس جنتری مین خاص خوبی یہ ہے کہ یہ اسلامی تعلیمات، اور مسلمانون کی تاریخ کا اجمالی نقشہ برابر پیش کرتی گئی، صفحہ نو پر مسلمانون کی چھ زبانون اردو، فارسی، عربی، ترکی، پشتو، اور بنگالی کے مرادف الفاظ اور جملے جمع کیے گئے ہین، یہ سلسلہ برابر جاری رہا تو ہندوستانی طلبہ کے لیے زیادہ مفید ہوگا، مگر طباعت کے متعلق

سخت احتیاط اور نگرانی کی ضرورت ہے، مثلاً عربی الفاظ کثیر یحیٰی، لکم کی جلد پر کثیر یحیی اور سلم لکھا ہے، ترکی اور پشتو کے الفاظ پر اعراب دینا نہایت ضروری ہے، چھ آنے کے ٹکٹ بھیجنے پر جناب محمد الدین صاحب خانم مدرسہ نظامیہ بمبئی نمبر ۹ کے پتہ سے مل سکتی ہے،

مذہب اور تلوار، آریون اور عیسائیون کی طرف سے عموماً اسلام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ مذہب تلوار کے زور سے پھیلایا گیا، اس کے جواب مین مولوی اکبر شاہ صاحب نجیب آبادی نے مذہب اور تلوار کے نام سے ایک مختصر رسالہ لکھا ہے، جس مین یہ ثابت کیا ہے کہ اسلام کے علاوہ تقریباً ہر مذہب نے اپنی اشاعت کیلئے تلوار اٹھائی ہے، مسلمانون کی بہت سی قومین خود بخود اسلام لائین، مسلمانونکی تقریباً تمام مشہور جنگون کے اسباب و علل کو بیان کر کے یہ دکھایا ہے کہ مسلمانون نے عموماً دفاع، اور مظالم کی روک تھام کے لیے تلوار اٹھائی کتاب کے سرورق پر کتاب کا خلاصہ مباحث ذیل کے لفظون مین تحریر ہے،

جس مین اس مسئلہ پر روشنی ڈالی گئی ہو کہ تلوار کا استعمال مذہب مین قطعاً ناجائز ہے"

مگر نہ تو یہ واقعہ ہے، اور نہ خود مصنف کی تحریر کا یہ صحیح خلاصہ ہے، طباعت اور مضمون دونون اعتبار سے یہ کتاب اچھی ہے اور مفید ہے، قیمت ۵ر پتہ منیجر صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ پنڈی بہاء الدین پنجاب،

دختر سمرنا ٹرکی کی مشہور ادیبہ خاتون خالدہ ادیب خانم کے مشہور ناول "قمیص من نار" (آتشین کرتا) کا اردو ترجمہ ہے، جس مین فاضلہ موصوفہ نے ٹرکی اور یونان کی گذشتہ جنگ اور ترکون کے صحیح کیرکٹر کا نقشہ قصہ کے پیرایہ مین پیش کیا ہے، مترجم مولوی غلام ربانی صاحب لودھی (علیگ) نے بامحاورہ اور سلیس اردو مین ترجمہ کیا ہے، قیمت عصر پتہ: منیجر صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ پنڈی بہاء الدین پنجاب،

تیغ کمال، یہ ایک ناول کا نام ہے، جس مین جناب مولوی راشد الخیری صاحب نے ترکونکی فتوحات اور اتحادیونکی دماغی پریشانی کو افسانہ بنا کر پیش کیا ہے، مولوی خیری صاحب نے زنانہ ادبیات کے بجائے عام فسانہ نگاری کی راہ میں پہلا قدم رکھا، قیمت عمر پتہ منیجر صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ پنڈی بہاء الدین پنجاب،

مجلد سیزدہم | ماہ رجب ۱۳۴۲ھ مطابق ماہ فروری ۱۹۲۴ء | عدد دوم

مضامین